ریاکاری سے پاک شکر گزاری ہے اس خدا کی، جو انسانوں اور تمام مخلوقات کا خالق ہے، جس نے محبت کے پرندے (یعنی انسان) کو قیمتی انڈے (یعنی ایک مخصوص ماحول میں) پروان چڑھایا اور انسانوں کو دعا و التجا کی قوت عطا کی۔ اور نفس کی درانتی کی تلخی جو نیکو کاروں کے لیے نقصان دہ ہے اس کے لیے شدید آگ کی وعید سنائی۔

اور زندگی جو کثرت کے چشمے کا معجزہ ہے (یعنی اس کائینات کا معجزہ ہے) ، اسے کم و بیش ایک ہی انداز میں پیدا کیا اور اپنی جمالی فیض رسانی سے دیانت کے پنجے کے بال کو محفوظ رکھا (یعنی مکمل دیانت داری عطا کی)۔ اس نے نیک خصلتوں کو دانائی کے معیار پر پرکھا اور عقل و دانش کو تجرید و تفرید سے آراستہ کیا۔

اس نے انسانوں کو وحشی جانوروں سے ممتاز رکھا، نیک اعمال کی تربیت دی، اور انسانی گفتار کو دلنشین نغموں کے لباس میں ظاہر کیا۔ اس نے عقل کے گوہر کو قلب کے ساتھ، جو نور کا مرکز ہے، پیوست کیا اور زبان کے سلسلے کو، جو بیان کا فرشتہ ہے، ترتیب و تنظیم عطا کی۔

منقار (یعنی چونچ)، جو قوت رکھتی ہے، اس کے ذریعے اس نے روزی کے حصول کو دانے کے لیے مشقت میں پوشیدہ کیا۔ اور پاؤں، جو درویشوں کے لیے آگے بڑھنے یا پیچھے رہنے کا ذریعہ ہے، اسے خودسازی کے ذریعے مضبوط رکھا۔

کما قل اللہ تعالی ﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾

:جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

الذاریات:) **"اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔"** 56)

"اسی مفہوم میں ذکر کیا گیا ہے۔"

قطعه جان من زنگ از دل خود پاک کن

سینه از چنگ محبت چاک کن

آفریده حق ترا از جنس جان

ازتو افتاد است شور اندر جهان

آفریند حق مرا از نور ذات

آشکاره ذات او را از صفات

تافت بر هر ذره خورشید کمال

کرده پیدا از جلال و از جمال

ترجمہ

قطعہ

اے جانِ من! اپنے دل سے زنگ کو مٹا دے،
اور محبت میں قید ہو کر اپنا سینہ آزاد کر دے۔

خدا نے تجھے زندگی کی نوع سے پیدا کیا،
اور تیری وجہ سے ہی دنیا میں ہلچل مچ گئی ہے۔

خدا نے نور سے ہستی کو پیدا کیا
اور صفات کے ذریعے اس ہستی کو نمایاں کیا۔

کمال کے سورج نے ہر ذرہ پر چمک ڈالی،
اور اپنی جلال و جمال سے حقیقت کو آشکار کر دیا۔

اما بعد، بندۂ کمترین، جو ساداتِ معظمین کے قدموں کی خاک ہے، بیان کرتا ہے کہ ان سطور کے لکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ چند مقدس کلمات اور قطبِ فلک، مرشدِ ملک، حضرت مخدوم شیخ صدرالدین محمد راجن قتال (اللہ تعالیٰ ان کے مقام کو بلند کرے اور ان کی عزت میں اضافہ فرمائے) کے حالات و مناقب سے منتخب اقتباسات کو چھوٹی اور بڑی کتب سے اخذ کر کے قلم کی نوک سے خلاصہ وار تحریر کیا گیا اور اس مجموعے کا نام دیا گیا۔ **"مناقبُ الولایت"**کو

یہ مناقب کی تالیف اس غرض سے کی گئی ہے کہ سچائی اور اخلاص کے مظہر کو ملحوظِ خاطر رکھا جائے تاکہ مخلص مریدوں کی عقیدت حضرتِ فیض مآب کے ساتھ مزید مضبوط ہو، اور وہ اپنے پیر و مرشد، جو ہدایت کے رہنما ہیں، کی برکات سے فیض حاصل کریں۔ وہ شفا کے طلبگار ہوں، رحم کی امید رکھیں اور کرم کے متوقع ہوں، تاکہ اس برکتوں سے بھری دستر خوان سے مزید فیضیاب ہو سکیں۔

قطعه

پیر کن باشی در پای راهنما

بی ریاضت می نماید ره خدا

راہ نمای‌هادی راہ ھدا

زانکه باشی درحقیقت رھنما

گر نکردی طالبان را دستگیر

طالبان هرگز نگیرند دست پیر

ترجمہ

اگر تُو پیر ہے، تو راہِ حق میں رہنما بن،
بغیر ریاضت کے کوئی خدا تک نہیں پہنچتا۔

ہدایت کا راستہ صرف سچے راہنما کے ذریعے ملتا ہے،
کیونکہ حقیقت میں وہی حقیقی رہنما ہوتا ہے۔

اگر تُو طالبانِ حق کی دستگیری نہیں کرے گا،
تو طالبانِ حق بھی کبھی پیر کا ہاتھ نہیں تھامیں گے۔

یہ واقعہ یوں ہے کہ میں، یعنی یہ عاجز (داعی)، نے جانا کہ میرے پیر (مرشد) نے بچپن میں، جب ان کی عمر آٹھ سال تھی بلند مرتبہ حاصل کیا۔ اور میں، جو اب بڑی عمر کو پہنچ چکا ہوں، جبکہ میری عمر ناتواں ہو چکی ہے اور چالیس سال کو پہنچ چکی ہے، ابھی تک علمِ معرفت کی خوشبو بھی نہیں سونگھ سکا۔

البتہ، میں نے اپنے بزرگ جد محترم سے شریعت، معاملات، اور عبادات کا علم حاصل کیا۔ اور میرا یہاں (اس مقام پر) آنا بھی میرے مذکورہ جد کی ہدایت اور رہنمائی کی بدولت ہے، جیسا کہ اس رباعی میں بیان کیا گیا ہے۔

رباعی

نار خندان باغ را خندان کند

صحبت نیکانت از نیکان کند

پیر کامل می کند کامل ترا

همچو در اندر صدف حامل ترا

ترجمہ

آگ کی چمک باغ کو روشن کر دیتی ہے،
اچھوں کی صحبت تجھے بھی اچھا بنا دیتی ہے۔

پیرِ کامل تجھے کامل بنا دیتا ہے،
جیسے صدف اپنے اندر موتی کو پروان چڑھاتا ہے۔

اور یہی رباعی ارشاد فرمائی، پھر مزید وضاحت کی اور فرمایا:

"...اے بابا! پیر و مرشد کا انتخاب کرنا انتہائی ضروری اور واجب ہے، کیونکہ"

قل اللہ تعالیٰ

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
(المائدہ: 35) "اور اس (اللہ) تک پہنچنے کا وسیلہ تلاش کرو۔"

اور جوں ہی میں نے یہ آیتِ شریفہ اور یہ حکیمانہ رباعی سنی، میرا دل بےقرار اور مشتاق ہوگیا۔ ایک روحانی جذبے کے تحت میں نے خود کو حضرتِ والا (مدّ ظلّه العالی) کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے آمادہ پایا۔

جب میں نے اس مبارک و مسعود ہستی کو **عین الیقین(یعنی یقین کی آنکھ)** کے ساتھ دیکھا، تو میرے دل میں ایک لرزش پیدا ہوئی، اور میرے بدن کا ہر بال حرکت میں آ گیا۔ میں ایسی مستی میں چلا گیا کہ خود سے بیگانہ ہوگیا، اور میں نے جان لیا کہ میری سابقہ کیفیت بدل چکی ہے۔ اُس وقت مجھے ایک ایسا جام عطا کیا گیا جو **شرابِ طہور** سے لبریز تھا، اور وہ میرے دہن میں سرشار کر دیا گیا۔

وہ پردہ، جو میرے دل کے آئینے پر کثافت اور غفلت کے باعث چھایا ہوا تھا، ہٹا دیا گیا۔ میرے ضمیر پر جو حجاب تھا، وہ چاک کر دیا گیا، اور مجھے **باطنی صفا**، **علمِ صوری** اور **علمِ معنوی** حاصل ہوگیا۔ ایک نظرِ کرم کے فیض نے میری حقیقت پر اثر کیا اور میری روح کو منور کر دیا۔

پس میں نے اپنی باقی زندگی اس **نورانی مجلس** میں گزارنے کا عزم کر لیا۔ بعد ازاں، جو کچھ میں نے اپنے **مرشدِ کامل** کی کرامات اور برکات کا مشاہدہ کیا، وہ سب میں نے عاجزی و نیاز مندی کے ساتھ قلم بند کر دیا، تاکہ یہ حقائق ہر کسی پر آشکار ہو سکیں۔

فرد

رفت در لا مکان ز هستی خویش

کرده اسرار حق پرستی خویش

ترجمہ

فرد

آن نهنگ محال از خدا

غرق در لجه ای حضور خدا

اپنی ہستی سے نکل کر لا مکان میں پہنچ گیا،
اور حق پرستی کے اسرار کو پا لیا

خلاصہ:

یہ برکتوں سے بھرپور ہستی جب اس دنیا میں جلوہ گر ہوئی تو وہ زمانہ نہایت نورانی اور مبارک تھا۔ وہ دن **نوروز** کا تھا، اور روایت ہے کہ بنارس میں فارسی زبان کے مطابق وہ دن **دوشنبہ** (پیر) کے روز تھا، جو کہ مشہور و معروف ہے۔

شعبان المعظم سن 660 ہجری میں ہوئی۔ **26**شیخ صدرالدین محمد راجن قتال کی ولادت اس وقت دنیاوی سلطنت کے بادشاہ **سلطان علی اکبر** تھے، اور آپ کا (شیخ صدر الدین رحمت اللہ الیہ کا)لقب **شاہِ ولایت** تھا۔

:دو معانی رکھتا ہے "آپ کا **لقب "راجن قتال**

اس کی حقیقت آخر میں تفصیل سے بیان کی جائے گی۔ **.1**

قتال" کا مطلب عظیم اور جلیل القدر ہونا ہے۔" **.2**

یہ عظیم ہستی ولایت کے بلند مرتبے پر فائز ہوگی، اور **قطبِ آفاق** کے طور پر پہچانی جائے گی۔ آپ کی نسل سے **بارہ ہزار قطب** پیدا ہوں گے، جو دین و ولایت کی شمعیں روشن کریں گے۔

آپ عالمِ فانی میں بھی اور عالمِ روحانی میں بھی **پیرِ کامل** بن کر چمکیں گے۔ آپ دینِ مستقیم (سیدھا راستہ) پر قائم رہیں گے اور سالکین کو بھی مکمل راہِ ہدایت عطا کریں گے۔

گمراہوں کو **راہِ خلیل** (یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی راہ) پر گامزن کریں گے، اور جاہلوں کو **علمِ شریعت** سکھائیں گے۔ اس طرح، آپ کا فیض دنیا و آخرت میں جاری رہے گا۔

لفظ "قتال" کو **پرکاف** (قاف کے ساتھ) لکھنا عام غلطی ہے، کیونکہ اس کا مطلب قتل کرنا لیا جاتا ہے، جبکہ یہاں اس کا مفہوم کچھ اور ہے۔

سریانی زبان کا ایک لفظ ہے، جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مہتر **"راجن"**لفظ (بزرگ) کے لیے استعمال ہوتا تھا۔ **راجن قتال** کی منزل اور قیام گاہ کو "سخی راجن قتال" کہا جاتا تھا۔

یہاں "قتال" کا مطلب **دین کے دشمنوں** اور اسلام و ایمان کے مخالفین کو مغلوب کرنے والا ہے، نہ کہ عام قتل و غارت کرنے والا۔

کا لفظ ہندوؤں میں بھی معروف تھا، کیونکہ حضرت (مدّ ظلّہ العالی) کا چہرہ **"راجن" سرخی مائل، رعب دار اور جلال و حشمت سے بھرپور** تھا۔ آپ میں **حسن و جمال** کے ساتھ جسمانی قوت، اور دولت و سخاوت کا بھی کمال تھا۔

آپ کی سخاوت ایسی تھی کہ فقیروں اور محتاجوں کو اپنے وصال و فیض سے **مالدار اور بے نیاز** کر دیتے تھے، اور ہر ضرورت مند کی حاجت پوری کرتے تھے۔

خلاصہ:

یہ قصہ یوں ہے کہ **پیرِ ولایت** نے اپنی ابتدائی عمر میں ہی **رسالت کے فیض سے بزرگی** حاصل کر لی تھی۔ آپ کی ایک نظرِ کرم کے فیض سے **چھیالیس ہزار تین سو ایک (46,301) افراد** راہِ ہدایت پر آ گئے اور **معلمِ جہانی، معظمِ کامرانی، اور مکمل ربانی** بن گئے۔

جب آپ کی عمرِ مبارک **کمال و بلوغت** کو پہنچی، تو آپ نے **فصاحت و بلاغت** میں ایسی مہارت حاصل کی کہ **میدانِ صلاحیت** میں سبقت لے گئے۔

آپ نے **اذانِ فیضِ الوان** (یعنی رنگ برنگے فیوضات کی دعوت) بلند کی، جس سے سارا عالم مستفید اور مستفیض ہو گیا۔

خلاصہ:

ایک روز حضرت (مدّ ظلّه العالی) **گلستانِ ارم** کے کنارے، ایک نہر کے پاس مراقبہ و مکاشفہ میں مشغول تھے۔ آپ کا **روحانی جلوہ** ایسا تھا کہ جیسے کوئی نیا کھلا ہوا گل، یا مشک بکھیرتی کلی **چمنِ فردوس** میں نمو پا رہی ہو۔

جب آپ کے **دل آویز عطر** کی خوشبو دنیا کے مست لوگوں اور **بلبلانِ بے دل** تک پہنچی، تو وہ بےقرار ہو گئے اور آپ کے حسن و جلال کے سحر میں کھو گئے۔ وہ آپ کے گرد اکٹھے ہو کر **نالہ و فریاد** کرنے لگے۔

جب ان کی سسکیاں حضرت (مدّ ظلّه العالی) کی **سماعتِ فیض اثر** تک پہنچیں، تو آپ نے **اپنے مبارک سر کو مکاشفہ سے بلند کیا** اور نظرِ تجلی ہر سمت دوڑائی۔ جونہی آپ نے **دیدۂ مبارک کھولا**، تو وہاں موجود تمام افراد **مستی میں اس قدر ڈوب گئے** کہ نہ بولنے کی طاقت رہی اور نہ ہی حرکت کرنے کی ہمت۔

یہاں تک کہ یہ **مدہوشی تین دن تک مسلسل جاری رہی**، اور کسی کو ہوش نہ رہا کہ سورج نکلا یا چاند چمکا۔ **چیونٹیوں تک کا بسیرا اپنے بلوں میں ہو گیا**، اور کوئی اپنی جگہ سے حرکت نہ کر سکا۔

اس کے بعد، یہ **مست و بے خود لوگ** کنارۂ دریا جا پہنچے اور بلند و خفی ذکر میں مشغول ہو گئے۔ تب **بلبلانِ بے دل** گلستان کی شاخوں پر مکتبِ معرفت کی تعلیم دینے لگے۔

جب **گلستان کے باسیوں** نے یہ سب **اپنی آنکھوں سے دیکھا**، تو ان کا **ایمان اور بھی زیادہ راسخ** ہو گیا، اور ان کے قلوب میں **حق الیقین کی روشنی** سرایت کر گئی۔

یہ ساری کیفیت بادشاہ **محمود ناصر** کے وقائع نویس نے دیکھ کر بادشاہ کو پیش کی اور کہا**:**

ایسا لگتا ہے کہ حقیقی بادشاہ، اس مجازی دنیا میں جلوہ گر ہو چکا ہے۔ وہی محمدی دین "
"کا علمبردار ہے، مگر اس کا نام اس قدر لطیف ہے کہ کثیف زبان پر لانے کے قابل نہیں۔

فرد

خوش گلی نورسته شد در گلشن ایزد تعال

یعنی صدرالدین محمد با لقب راجن قتال

ترجمہ

اللہ تعالیٰ کے گلشن میں ایک خوبصورت، نوخیز پھول کھلا
یعنی **شیخ صدرالدین محمد، جن کا لقب راجن قتال ہے۔**

یعنی وہ تمام مرد و عورتیں، جو اصلی اور آزاد تھے، اور دیگر پرندے، درختوں میں بسیرا کرنے والے پرندے، چراگاہوں کے جانور، اور دیگر خدا کے برگزیدہ بندے سب کے سب شفا یافتہ ہو گئے اور روحانی تجرید کے مقام پر فائز ہو گئے۔ کوئی دوسرا ایسا عظیم المرتبت شخص نہیں جو اس جہان کے لیے جان اور اس زمانے کے قطب اور غوثِ ہمدانی، آسمانی سلطنت کے مرشد کی مانند ہو۔ کوئی بھی بڑے سے بڑا عقل مند، تجربہ کار، عمیق فکر رکھنے والا، فہم و ادراک میں کامل، تحمل اور وقار رکھنے والا اس ہستی کے مرتبے کو نہیں پا سکتا۔

جب بادشاہ نے یہ حیرت انگیز اور اثر انگیز باتیں سنیں تو مست ہو کر بے ہوش ہو گیا۔ جب ہوش میں آیا تو فوراً عمل کے لیے تیار ہوا اور اپنے وزیروں، امیروں اور درباریوں کو حکم دیا کہ فوراً تیار ہو جاؤ تاکہ ہم اپنی فوج کے ساتھ حضرت کی خدمت میں حاضری دیں، ان کے قدم چومیں اور شاہی خلعت اپنے کندھوں پر رکھیں۔

جب بادشاہ تاج الملک نے پختہ ارادہ کیا تو حضرت مدّ اللہ ظلّہ کو اس کی اطلاع پہلے ہی ہو چکی تھی۔ بادشاہ کے روانہ ہونے کی خبر شہر کے لوگوں تک پہنچ چکی تھی کہ کل بادشاہ روانہ ہو چکا ہے اور آج یا کل پہنچنے والا ہے۔

جب یہ خبر حضرت کے خاص بندوں نے سنی تو انتظار میں بیٹھ گئے۔ شہر کی انتظامیہ نے بھی حضرت کے حکم کے مطابق تمام استقبال کی تیاریاں مکمل کر لیں۔ جب تیسری شب کے چوتھے پہر بادشاہ ظلِ الٰہی وقت پر پہنچا، تو اس نے حضرت کے قدموں کو

چومنے کا شرف حاصل کیا۔ حضرت نے اپنی متبرک چادر اپنے مبارک کندھوں سے اُتار کر بادشاہ کے کندھوں پر ڈال دی۔

تمام لوگ بادشاہ کو مبارکباد دینے لگے۔ بادشاہ انتہائی خوش ہوا اور کہنے لگا کہ اس خلعت کی بدولت ہمیں دنیا و آخرت کی سربلندی اور شرف حاصل ہو گیا۔

اس واقعے کے بعد حضرت مدّ اللہ ظلّہ تین سال تک اس گلشن میں جلوہ افروز رہے۔ اس دوران وہ ہمیشہ اس خاص روحانی سلیقے کو اپنائے رہے جو خالق کی بارگاہ میں پسندیدہ اور قابل قبول تھا۔ پھر حضرت نے اپنے کلامِ مبارک کو فقر کے پردے میں چھپا لیا، جیسے چودہویں کے چاند کی روشنی ساتویں روز کے بعد مدھم ہو جاتی ہے، مگر محروم لوگوں کو جمال کی نعمت عطا کر دی۔

جب خطبہ دیا جاتا تو ان کے جمالِ رحمانی کی روشنی محراب سے ظاہر ہو کر چمکنے لگتی۔ ایسا لگتا تھا کہ نورِ الٰہی منزل بہ منزل نازل ہو رہا ہے، یہاں تک کہ ظاہری آنکھوں والے اس روشنی سے خیرہ ہو جاتے اور حضرت کی طرف براہِ راست دیکھنے کی ہمت نہ رکھتے۔

جس طرح سورج کی روشنی کے سامنے کھڑا ہونا ممکن نہیں، اسی طرح ان کے نور کے سامنے نگاہ اٹھانا مشکل تھا۔ جمعہ کے دن اتنے فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہو جاتے کہ ظاہری لوگ ان کی کثرت سے تنگ اور حیران ہو جاتے۔

یہاں تک کہ فرشتوں کے نور سے بے ہوش ہو جاتے، اور اللہ کے عشق میں دیوانوں کی طرح نماز پڑھتے۔ سب حضرت مدّ اللہ ظلّہ کے پیچھے اقتدا کرتے۔ جب حضرت نماز اور درود سے فارغ ہو جاتے، تو اپنا برکت والا خرقہ اپنے روشن پیشانی پر ڈال لیتے، اور لوگ ان کی روحانی کیفیات کو سمجھنے سے قاصر رہ جاتے۔

قصہ

جب حضرت مدّ اللہ ظلّہ سیر و تفریح کی غرض سے شہر ہرات میں تشریف لے گئے اور وہاں کی رونق میں اضافہ فرمایا، تو پہنچنے پر دیکھا کہ ایک عظیم الجثہ پہاڑی قلعہ موجود ہے، جس کے بلند و بالا مینار ہوا کو چھو رہے ہیں۔ یہ اپنی وسعت کے اعتبار سے اس قدر عظیم الشان تھا کہ ظاہری نظر سے اس کا مکمل نظارہ آسان نہیں تھا۔

حضرت نے وہاں کے مقامی باشندوں سے دریافت فرمایا کہ یہ کون سا پہاڑ ہے، جس کی چوٹی تمہیں نظر آتی ہے؟

:لوگوں نے عرض کیا
یا حضرت! یہ وہی قلعہ ہے جو کفار کا مضبوط گڑھ تھا۔ اس کے جیسا دوسرا قلعہ کہیں " "اور نظر نہیں آتا۔

:انہوں نے مزید عرض کیا
یہ قلعہ اپنی بلندی اور وسعت میں بے مثال ہے، یہاں تک کہ اس کے میناروں کی چوٹی " "کو آسانی سے دیکھنا بھی ممکن نہیں۔

:پھر لوگوں نے دوبارہ عرض کی
اے قبلۃ العالَم! ہم شام کے وقت اس قلعے کو دوربین سے دیکھتے ہیں، اور ہمیں اس " پہاڑ کی لرزش کا خوف لاحق رہتا ہے۔ جب زمین میں جنبش آتی ہے تو یہ پہاڑ مکمل طور "پر لرزنے لگتا ہے۔

لہٰذا، لوگوں نے حضرت سے درخواست کی کہ ان کے اور اس پہاڑ کے حق میں دعا فرمائیں تاکہ وہ زلزلے کے خطرے سے محفوظ رہ سکیں۔

ہم بارش کے دوران جان کے خوف میں مبتلا تھے۔ غم و درد ہمارے دلوں پر چھا گیا، اور اس لمحے ایسی گرجدار اور خوفناک آواز سنائی دی جیسے یہ ملک الموت کی ندا ہو۔ پہاڑوں کے لرزنے اور چٹانوں کے پھٹنے سے ایک عظیم ہیبت طاری ہوگئی۔ حضرت مد اللہ ظلّہ (خدا کی مدد ان پر ہو) نے اپنی عنایت اور رحمت کے ذریعے تسلی دی اور فرمایا کہ گھبرانے کی ضرورت نہیں، یہ زلزلہ دوبارہ نہیں آئے گا۔

اسی دوران شام کا وقت ہوا اور قلعے کے دروازے سے نقارے کی آواز بلند ہوئی۔ حضرت نے اس آواز کی حقیقت دریافت کی، تو مقامی لوگوں نے عرض کیا کہ یہ نقارہ خود بخود بجتا ہے، جیسے کسی دولت مند بادشاہ کا درباری ساز ہو۔ حضرت نے مسکراتے ہوئے فرمایا کہ یہ آواز کسی نادان جانور کی حرکت کا نتیجہ ہے۔ اس گفتگو کے دوران کچھ اہلِ دین بول پڑے اور اپنی دانائی و بصیرت کے موتی بکھیرے۔

یہ نقارہ لوہے سے بنا تھا اور حیرت انگیز طور پر غیب سے ہیبت ناک آواز پیدا کرتا تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اللہ کے حکم سے یہ آواز ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائے گی۔ جب

نقارے کی آواز بند ہوگئی، تو مسلمانوں کی عقیدت میں اضافہ ہوا جبکہ کفار حیران اور پریشان ہو گئے۔

یہاں تک کہ ایک موقع پر جب کفار نے ایک شخص کو نقارے کی حقیقت معلوم کرنے بھیجا، وہ جیسے ہی پہنچا، کلمہ مبارک سنا اور فوراً مسلمان ہوگیا۔ اس کے بعد مزید تین سو افراد نے اسلام قبول کر لیا۔ اس صورتحال کو دیکھ کر باقی کفار اپنے بتوں کے پاس لوٹے اور اپنی سابقہ حالت کی شکایت کی، مگر کوئی جواب نہ پایا۔

پھر اچانک بتوں میں سے ایک سے ایک عجیب و غریب آواز آئی، جس میں کہا گیا کہ عبد العزیز اللہ کے برگزیدہ بندے ہیں، نبی کے خاندان اور علی کی اولاد میں سے ہیں، اور انہوں نے اسلام کا پرچم بلند کیا ہے۔ کفار کو نصیحت دی گئی کہ وہ کلمہ طیبہ پڑھ کر ایمان لے آئیں۔ جب کفار نے خود اپنے بت سے یہ الفاظ سنے تو حیرت زدہ ہوگئے اور کہا: "تو ہمارا خدا نہیں ہے!" تب بت نے کہا: "ہاں، میں محض ایک پتھر ہوں، اصل خدا وہ ہے جو موت و حیات کا مالک ہے۔"

یہ الفاظ سن کر کفار شدید حیران ہوگئے اور ان میں سے کچھ پاگلوں کی مانند ادھر ادھر بھاگنے لگے، جبکہ کچھ نے حضرت مد اللہ ظلّہ کے مقابلے کی تیاری شروع کر دی۔ انہوں نے اپنی جادوئی چالیں چلیں، زہریلے سانپ اور بچھو حملہ آور کیے، اور زمین و آسمان کو دہلانے والی آوازیں پیدا کیں۔ لیکن حضرت نے کلمہ پڑھ کر اپنا دست مبارک ہلایا، تو سب جادو ختم ہوگیا۔ دشمنوں کے پاس کوئی تدبیر باقی نہ رہی۔

جب کفار نے اپنی ہر ممکن کوشش کر لی اور کامیاب نہ ہوئے، تو انہوں نے اپنی آخری امید آتش بازی اور اسلحے پر رکھی۔ انہوں نے تیر، توپ اور بارود سے حملہ کیا، مگر اللہ کے حکم سے وہ سب بے اثر ثابت ہوئے۔ پھر انہوں نے جنگلی درندے حضرت کے خلاف چھوڑے، مگر وہ بھی حضرت کے قدموں میں آکر سجدہ ریز ہوگئے اور اپنے ہی بھیجنے والوں پر حملہ آور ہو گئے۔

یہ دیکھ کر بہت سے کفار ایمان لے آئے، مگر کچھ اب بھی ہٹ دھرمی پر قائم رہے۔ وہ دوبارہ اپنے بتوں کے پاس لوٹے، مگر اچانک بادل گرجے، آسمان پر سیاہ بادل چھا گئے اور ایسا مینہ برسا کہ ان کے سارے آتشیں ہتھیار بجھ گئے۔ پھر وہ سب رو رو کر معافی مانگنے لگے اور بالآخر اسلام قبول کر لیا۔

آخر میں حضرت مد اللہ ظلّہ نے ان کے سردار "تیرت" کو اسلام کی حقیقت سمجھائی، جس نے فوراً کلمہ پڑھا اور مسلمان ہوگیا۔ حضرت نے اسے "دین محمد" کا نام دیا، خلافت کی اجازت دی، اور سلسلہ سہروردیہ میں شامل کر لیا۔ پھر تمام لوگ اسلام میں داخل ہو گئے اور وہ ملک دین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کے نور سے جگمگا اٹھا۔

جب حضرت مد اللہ ظلّہ کا وصال قریب آیا، تو ان کی گفتگو نرم و ملائم ہوگئی، اور وہ انتہائی محبت بھرے انداز میں لوگوں کو نصیحت کرتے رہے۔

قطعه

ظاهر و باطن نهان و آشکار

نیست غیر از وی خدای کامگار

ترجمہ

ظاہر و باطن، نہاں و آشکار
اللہ کے سوا نہیں کوئی کامگار

وہ دوست جو اس کے سرہانے موجود تھے اور اپنے کان بند نہیں کیے ہوئے تھے، کہنے لگے:
"یہ کیا فرما رہے ہیں؟ آئیے، سنیں!"

مثنوی

هر که او عاشق نشد بر روی پیر

از خدا هر گز نشد نعمت پذیر

نعمت حق در جمال پیر دان

مظهر جامع کمال پیر دان

گر تو ذات پیر خود کردی قبول

هم حق اندر ذاتش آمد هم رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

گر نبودی ذات او بعد از رسول (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم)

دین احمد مرگ می کردی قبول

هر چه دارم از طفیل ذات او

نور من از شعله مشکا ت او

ترجمہ

جو شخص اپنے پیر کے چہرے کا عاشق نہ ہوا،
وہ ہرگز خدا کی نعمتوں کو حاصل نہ کر سکا۔

پیر کے جمال میں ہی نعمتِ حق کو پہچان،
اور اسے کمال کا مکمل مظہر جان۔

اگر تُو نے اپنے پیر کی ذات کو قبول کر لیا،
تو گویا اس کی ذات میں حق اور رسول ﷺ بھی آگئے۔

اگر پیر کی ذات، رسول ﷺ کے بعد نہ ہوتی،
تو دینِ احمد (ﷺ) کو فنا قبول کرنی پڑتی۔

جو کچھ بھی میرے پاس ہے، وہ پیر کی ذات کے طفیل ہے،
میرا نور، اسی کی مشکاۃ (چراغ) کی روشنی سے ہے۔

اور جب یاروں اور مریدوں نے سنا، تو اسے قلمبند کر لیا تاکہ آئندہ بھی باقی رہے۔

قطعه

تار نیستم در یاد تو زیستم

و گر می میرم در یاد می میرم

چون بروز محشر خواهیم خواست

هم مستغرق نام تو می خواهم خواست

ترجمہ

تار نہیں ہوں، تیری یاد میں جیتا ہوں،
اور اگر مر بھی جاؤں، تو تیری یاد میں مروں گا۔

جب روزِ محشر میرا سوال ہوگا،
تو بھی میں تیرے نام میں ہی محو ہوں گا۔

یہ کہا اور اپنی جان جانان کے سپرد کر دی۔

القصہ

جب شامی علما و صلحا نے امتحان کے لیے سوالات کیے، حضرت نے تعظیم و تکریم کے ساتھ ان کے جوابات درست اور مکمل طور پر مرحمت فرمائے۔ یہ تمام لوگ حضرت کے علم و کرامت کے معترف ہو گئے اور ظاہری و صوری علوم میں ان کے جوابات کو نیک خطاب اور مقبولیت حاصل ہوئی۔

بعد ازاں، ان حضرات نے علم معنویہ کی طلب میں عذر خواہی کی، جو عرفان رکھنے والوں کو معروف اور رموزات سے آگاہ کرتا ہے۔ یہ وہ علم ہے جو ممکنات کی حد سے آگے، صفات کی روشنی میں ذات کی معرفت عطا کرتا ہے۔

جب مذکورہ جماعت نے اس علم کے دروازے پر التجا کی، تو وہ مستفید ہوئے اور اپنے ظاہری علوم کے سینے میں معنوی علوم کو داخل پایا۔ ان کے اور حقیقت کے درمیان جو پردے تھے، انہیں گرانے کی کوشش کی تاکہ ان پر حقیقت کے انوار ظاہر ہو سکیں۔

اس معرفت کی روشنی میں، وہ اغیار کی محبت سے بے نیاز ہو گئے، اور روحانی شراب کی مستی میں سرشار ہونے لگے۔ جب ان پر شوقِ الٰہی کا ورود ہوا اور وہ ذوقِ حق میں غرق ہونے لگے، تب تک ان کے دلوں میں موجود حجابات اور دنیاوی فخر و مباہات کی بیڑیاں درویشوں کی گردنوں سے وابستہ تھیں۔

بالآخر، حضرت نے ان پر شفقت کرتے ہوئے، انہیں نصیحت اور وصیت کے ذریعے حق کے راستے کی ہدایت عطا فرمائی۔

بیت

تعلق حجاب است بی حاصلی

چو پیوند ها به گسلی واصلی

ترجمہ:
تعلق (دنیاوی وابستگی) ایک حجاب (رکاوٹ) ہے اور بے فائدہ ہے،
جب تم تمام رشتوں کو توڑ دو، تب ہی حقیقت سے وصل حاصل کرو گے۔

اور وہ (مرشد) راہنما بن گئے، یعنی:
اے یارو! معرفت کا راستہ حق کے مشاہدے میں ہے،
اور حق کا مشاہدہ مجاہدے (محنت اور ریاضت) سے میسر آتا ہے۔

قطعه

ای گرفتاری وجود خویشتن

تا توانی لاف درویشی مزن

از صفات خود ندانی یک صفت

در صفات حق فروشی معرفت

چون ندانی دعویٰ عرفان مکن

خویش را بیهوده بی ایمان مکن

ترجمہ

اے جو اپنی ہی ذات کا اسیر ہے،
جب تک ممکن ہو درویشی کا دعویٰ نہ کر۔

تو اپنی ہی صفات میں سے ایک بھی نہیں جانتا،
پھر صفاتِ حق میں معرفت کیسے بیچ سکتا ہے؟

جب تُو جانتا ہی نہیں، تو عرفان کا دعویٰ نہ کر،
اپنے آپ کو بے وجہ بے ایمان نہ بنا۔

یعنی جو شخص اپنی زندگی کو شہوت کی کثرت میں غرق رکھے، اسے لعنت کے کفن میں لپیٹ کر ندامت کی زمین میں دفن کر دیا جاتا ہے۔

اور جو شخص اپنی خواہشات پر قابو پاتا ہے، اسے رحمت کے کفن میں لپیٹ کر سلامتی کی زمین میں دفن کیا جاتا ہے۔

اہلِ محبتِ حق کسی بھی چیز سے خوش نہیں ہوتے، سوائے دیدارِ حق کے۔

اور اہلِ محبتِ حق کی پہچان یہی ہے کہ ان میں محبتِ حق ظاہر ہو جاتی ہے۔

قطعه

چون بہ ذات حق تعالی چشم راز

پس زکوری خویش را عارف مساز

چشم حق بین معرفت را آلست است

عارف عشق است عرفان حالت است

ناگھانت گر خلد خاری زپا

گنبد افلاک سازی پر صدا

چون ز حق واقف نه ای ای خود پسند

باری از دعویٰ باطل لب به بند

ور ترا دعویٰ است برھانش بیار

ورنه داری حجت آخر شرمسار

ترجمہ

جب تک ذاتِ حق تعالیٰ کے راز کو نہ دیکھو،
اپنی نابینائی کو عرفان نہ سمجھو۔

حق دیکھنے والی آنکھ معرفت سے آراستہ ہوتی ہے،
اور عرفان، عشق کی حالت ہے۔

اگر اچانک تیرے پاؤں میں کانٹا چبھے،
تو آسمان کی گنبد کو شور سے بھر دیتا ہے۔

مگر اے خود پسند! جب تُو حق سے واقف نہیں،
تو کم از کم باطل دعوے سے باز رہ۔

اگر تجھے کوئی دعویٰ ہے، تو اس کا ثبوت لا،
ورنہ دلیل نہ ہونے پر شرمندہ ہو جا۔

مگر جب لوگ مخلوق سے کنارہ کشی اور تعلقات سے علیحدگی اختیار کر لیتے ہیں، تو اپنے دوستوں کو بھی دشمن سمجھنے لگتے ہیں اور اپنی زبان کو بے زبانوں کی طرح بنا لیتے ہیں، یعنی وہ گونگے، بہرے اور اندھے بن جاتے ہیں اور تمام علائق سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔ تب جا کر وہ مقامِ حضور تک پہنچ سکتے ہیں۔

بیت

لب به بند و گوش بند چشم بند

گر نه بینی سر حق بر ما بخند

ترجمہ

لب سی لو، کان بند کر لو، آنکھیں موند لو،
اگر پھر بھی حق کا راز نہ دیکھو تو ہم پر ہنس لو۔

رباعی

گر عاشق دوستی بشب هاش طلب

در خلوت عشق ای تنهاش طلب

گر می خواهی حضور نعمت هر روز

آن جا که کس نباشد آنجاش طلب

ترجمہ

یعنی حقیقی محبتِ حق یہ ہے کہ بندہ صرف حق سے محبت کرے اور دنیا و آخرت کی ہر چیز کو اس محبت کے مقابلے میں دشمن سمجھے۔

قطعه

چون شنید از مرد حق ان بالصواب

پس زبان بگشاد از بهر جواب

کہ اندرین مسجد بہ صد عجز و نیاز

زاھدان غرق است در بحر نماز

ترجمہ

جب مردِ حق سے اُس نے درست بات سنی،
تو جواب دینے کے لیے زبان کھولی۔

کہ اس مسجد میں، بڑی عاجزی و نیاز کے ساتھ،
زاہد بحرِ نماز میں غرق ہیں۔

پھر مہربانی فرما کر ارشاد فرمایا۔

بیت

ای برادر گر تو هستی حق شناس

نور عرفان را ازین جا کن قیاس

ترجمہ

اے بھائی! اگر تو حق شناس ہے
تو نورِ عرفان کو یہیں سے قیاس کر۔

یہیں پر تھے کہ جنابِ وھاب کی جانب سے ایک غیبی آواز آئی، اور اس سے وہ سرمدی خطاب حاصل ہوا، جو یوں گویا ہوا...

بیت

در یاد تو هر روز چنان مدهوشم

صد تیغ گر زنند هم نخروشم

بیت

از تغیر باک باش جان من

ایمن از باد خزان بستان من

ترجمہ

:ترجمہ
تمہاری یاد میں ہر روز اس قدر مدھوش ہوں
کہ اگر سو تلواریں بھی ماریں، تب بھی نہ چیخوں

:ترجمہ
اے میرے جان! تبدیلیوں سے ہوشیار رہو
میرا باغ، خزاں کی ہوا سے محفوظ رہے

یہ عبارت اس حقیقت کی وضاحت کرتی ہے کہ جو شخص سچے دل سے محبتِ الٰہی میں غرق ہوتا ہے، اگرچہ بارہا اس کا سر قلم کیا جائے، پھر بھی اس کی روحانی قوت برقرار رہتی ہے۔

:اہلِ محبت کا دل صرف چار جگہوں پر قرار پاتا ہے

1. **گوشۂ خانہ** — جہاں کوئی مزاحمت یا رکاوٹ نہ ہو۔

2. **مسجد** — جہاں دوستِ حق اور خلوت نشین لوگ موجود ہوں۔

3. **قبرستان** — جو گناہوں سے عبرت حاصل کرنے کی جگہ ہے۔

4. **کوئی ویران جگہ** — جہاں کسی کا گزر نہ ہو اور مکمل تنہائی میسر ہو۔

جب مذکورہ مسائل کے جوابات سننے والوں نے سنے، تو وہ عالی جناب کے عرفان کے معترف ہوگئے۔ اس کے بعد، انہوں نے منطق کے وہ سوالات کیے جو فکری تحقیق سے تعلق رکھتے تھے۔ عالی جناب نے ان کے جوابات بے مثال اور لاجواب انداز میں دیے۔

اسی اثنا میں، آپ جذبۂ الٰہی میں مست ہوگئے، آپ کے چہرے کا رنگ سرخ ہوگیا اور علمائے ظاہر کے قلوب پر معرفت کا اثر پڑا۔ وہ لوگ جو عقلی علوم کے متلاشی تھے، حقیقی علم کی طرف راغب ہوگئے۔

جب انہوں نے عالی جناب کی ذات کو معقول و ماورائے عقل پایا اور اپنے سوالات کے جوابات سے بے نیاز ہوگئے، تو آپ نے ان پر شفقت بھری نظر ڈالی۔ علم کے متلاشی افراد اس قدر جذب میں آگئے کہ ان کی عقل مفقود ہوگئی، اور انہیں کچھ اور سجھائی نہ دیا، سوائے ذکرِ الٰہی کے جو درویشوں کے دلوں میں موجود تھا۔

کئی گھنٹوں کے بعد وہ ہوش میں آئے اور دوبارہ سوال و جواب کی درخواست پیش کی۔

مثنوی

هادی گم گشتگان راه تار

مرهم ریش دل هر بی قرار

دستگیری بی سرو پایان توی

داروی هر درد را درمان توی

راهنمای فرقہ آوارگان

چاره سازی زمره بی چارگان

ترجمہ

تُو ہی تاریک راہ میں بھٹکنے والوں کا ہادی ہے،
ہر بے قرار دل کے زخموں کا مرہم تُو ہے۔

بے سروسامانوں کا دستگیر تُو ہے،
ہر درد کی دوا اور شفا تُو ہے۔

آوارہ فرقوں کا تُو ہی رہنما ہے،
اور بے چاروں کی مشکل کشائی بھی تُو ہی کرتا ہے۔

اور پھر اپنی جذبۂ الٰہی سے ہمیں بھی جامِ ایزدی کا ایک گھونٹ عطا فرما۔

بیت

ساقیا جام بده تا مست لا یعقل شوم

شاید از غمهای دوران لحظه غافل شوم

ساقیا! جام دے کہ میں مست و بے خود ہو جاؤں
شاید زمانے کے غموں سے ایک لمحہ بے خبر ہو جاؤں۔

اور مزید ارادت کے ساتھ مرید ہو گئے، بعد میں اس جماعت کو نورِ ولایت میں شامل کیا گیا، اور سب کے سب دردِ الٰہی کے حامل ہو گئے۔ پھر قربِ حبیب میں تین سال مجاہدت کی، اس کے بعد رخصت کی درخواست کی اور اجازت پا کر روانہ ہو گئے۔ اپنے دیار کی طرف تبرکات اور فیوضات لے کر واپس گئے، جن میں ایک عدد جبہ اور دستار بھی شامل تھی، جو مداللہ ظلّہ کے پاس محفوظ رہی۔ ہر ہفتے، خاص طور پر جمعہ کے روز، اپنے عزیزوں اور دیگر لوگوں کو اس تبرک کی زیارت کراتے۔

قطعه

گر تو داری دیده باریک بین

روز روشن در شب تاریک بین

گر تو مردی دیده معنی کشا

تا بصورت بنگری ذات خدا

ترجمہ

اگر تو رکھتا ہے باریک بین آنکھ
تو دیکھ لے دن کی روشنی شبِ تار میں بھی
اگر تو مرد ہے اور رکھتا ہے معنی شناسی کی نظر
تو صورت میں دیکھ لے ذاتِ خدا بھی

القصہ

سید میر عالم ابن الابن حاجی عبدالحلیم، جو قطب الاقطاب حضرت سید جلال الدین حیدر کرار بخاری نور اللہ مرقدہ کے خاندان سے تعلق رکھتے ہیں، ایک دن امتحان کی غرض سے حضرت مد اللہ ظلہ کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔

حضرت ان سے سوال فرماتے ہیں:
"اے برادر! تم کس غرض سے یہاں تشریف لائے ہو؟"

سید موصوف ادب کی بنا پر خاموش رہتے ہیں، مگر حضرت شفقت فرماتے ہوئے دوبارہ سوال کرتے ہیں:
"اے خلیل! تم کیوں خاموش ہو گئے ہو؟"

:تب سید موصوف لب کشا ہوتے ہیں اور عرض کرتے ہیں
اے حضرت! آپ عالموں کے استاد، ہمارے لیے فخر، اور مستغاثوں کے فریاد رس ہیں۔ " میں آپ کی قدم بوسی اور غلامی میں حاضر ہوا ہوں۔ حق تعالیٰ نے آپ کو اپنی خاص عنایت سے فیض و برکات سے نوازا ہے۔ میں ایک سوز و گداز رکھنے والا ادنیٰ بندہ ہوں، مگر آپ کی بارگاہ میں آیا ہوں کہ مجھے بھی اس فیض میں شامل فرما دیں۔ میرے قلبِ کثیف کو اپنی کرم نوازی سے پاک کر دیں، تاکہ میں بھی آپ کی نعمتوں کے "دسترخوان سے فیض یاب ہو جاؤں۔

بیت

حال درماندگی چسان جویم

نیک روشن ترا چسان گویم

ترجمہ

میری بے بسی کا حال میں کیسے بیان کروں؟
اور تیرا روشن جمال میں کیسے بیاں کروں؟

:اس کے بعد حضرت مد اللہ ظلہ نے بے حد مہربانی فرمائی اور ارشاد فرمایا
اے میرے بھائی، تو میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ تو بھی ولایت کا حامل ہے، ہدایت کا " رفیق ہے اور عنایت کے مطلوب میں شامل ہے۔ میں ایک فقیر ہوں، جو سپاہیوں کی پوشاک میں رہتا ہے، اور اللہ کے حکم سے جوش میں رہتا ہے، اور تقدیر کے قیدیوں کے ساتھ نوش کرتا ہوں۔ لیکن تمہاری جماعت کے لوگ ہوش مند قلندروں کو پسند نہیں کرتے، جبکہ میں انہی کے ساتھ آمیز ہو چکا ہوں اور تم شریعت کے باغ میں استقامت سے کھڑے "ہو۔

جب سید معز الیہ نے یہ قدسیہ کلمات سنے تو ان کا باطن ایسے روشن ہو گیا جیسے چودھویں کا چاند چمک اٹھے۔ یہ تجرید سے حاصل ہونے والی چیز نہیں، نہ ہی صرف زبان کے بیان سے ممکن ہے، بلکہ یہ ایک خاص کیفیت کا نتیجہ ہے۔ ہر قسم کی غفلت کی زنگ جو ان کے لطیف قلب پر جمی تھی، اسے دور کر دیا گیا۔ جو بھی حجابات درمیان :تھے، وہ سب حضرت کے تصرف سے اٹھا دیے گئے۔ پھر ارشاد ہوا
"اے بھائی، تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ آخرت اور دنیا کے درمیان کوئی فاصلہ نہیں۔"

جب معز الیہ نے یہ سنا تو وہ مست و بے خود ہو گئے، پاؤں سے زمین کو پیٹنے لگے اور ایک جذب و شور کی حالت میں آ گئے۔ یہ کیفیت ایک ہفتے تک جاری رہی۔ اس کے بعد حضرت نے ان کے قلب پر راز کا فیض اتارا، شفقت سے ان کے سر پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا:

"اے معز الیہ، اس مستی کو پیو لیکن ہوش رکھو۔ جوش کو عبادت میں صرف کرو۔ اپنے جان آفرین کی عبادت میں محو رہو۔ ہر قسم کے فضول وسوسوں سے کنارہ کش ہو جاؤ۔ جو بات نہ کہنی ہو، اس پر خاموشی اختیار کرو اور جو چیز ممکن نہ ہو، اس کے بارے میں غور کرنے سے بھی گریز کرو۔"

پھر حضرت نے ان کے ہاتھ کو تھاما اور انہیں سیدھا سرور کائنات صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں سپرد کر دیا۔ اس کے بعد شاہ مومی الیہ کو ایک مرقع (درگاہی جبہ) اور خلافت کی تسبیح عنایت فرمائی، اور ساتھ ہی بادشاہوں کو خلافت کی اجازت بھی عطا کی۔ پھر فرمایا:

"اے آنکھوں کے نور، اطاعت کی کمر مضبوطی سے باندھ لو۔ شریعت کی راہ پر استقامت کے ساتھ قائم رہو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہو۔"

بعد میں، سید معز الیہ نے اپنی سرداری اور دنیاوی اقتدار کو حضرت کی خدمت میں نذر کیا۔ لیکن حضرت مد اللہ ظلہ نے یہ تمام دنیاوی معاملات ان کے حقیقی زاہد بھائی کے سپرد کر دیے۔ اس کے بعد سید معز الیہ نے حضرت نور السموات و سراج الزمینات سے درخواست کی کہ وہ اس نیاز مند کی دعوت کو اپنی عنایت کے سبب قبول فرمائیں۔

حضرت نے فرمایا:

"میں نے تمہاری دعوت قبول کی۔"

پھر سید معز الیہ نے اپنی بیٹی کا نکاح "ستارہ مشتری" کے ساتھ کیا۔ اس کے بعد حضرت نے قطعی ارادہ کر کے مدینہ منورہ کی جانب روانگی اختیار کی۔

القصہ

جب حضرت مد اللہ ظلہ روضۂ منورہ، رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رخصت ہو کر روانہ ہوئے اور شہر بصرہ میں پہنچے، تو وہاں شیخ عالم الدین، جو کہ حضرت غوث الأُغیاث، مفسر الاحادیث، زبدۃ الکرامات، عمدۃ الولایت، رکن الاولیاء، سراج الاصفیاء حضرت غوث بہاؤالدین قدس اللہ سرہ العزیز کے فرزند ابن الابن تھے، سے ملاقات ہوئی۔ وہ صاحبِ ولایت اور اقالیمِ عنایت کے حاکم تھے۔ حضرت مد اللہ ظلہ اور ان

کے درمیان روحانی گفتگو، مسرت بخش ملاقات اور خوش کلامی کا تبادلہ ہوا۔ جب مجلسِ انیس سے فراغت ہوئی تو شیخ معز الیہ کے مطبخ سے انواع و اقسام کے کھانے خواجگان کے ذریعے پیش کیے گئے۔

حضرت مد اللہ ظلہ نے دست مبارک دھونے کے لیے سونے کے منقش آفتابہ کو بلوریں طشت میں رکھ کر دھویا۔ اس کے بعد خادم نے خوشبودار طعام کو مائدہ پر چُن دیا اور کھانے کے لیے دسترخوان بچھایا گیا۔ حضرت نے جب تناول فرمایا، تو محض تین یا چار لقمے لیے، پھر دست مبارک کھانے سے اٹھا لیا۔ اس وقت شیخ معز الیہ قریب ہی بیٹھے تھے اور مکھیوں کو دور ہٹانے میں مصروف تھے۔ جب شیخ نے حضرت مد اللہ ظلہ کو یوں کم کھاتے دیکھا، تو حیرت میں پڑ گئے کہ یہ بلند مرتبہ ہستی اتنا قلیل کھانے پر اکتفا کیوں کر رہی ہے۔

:یہ سوچتے ہی وہ بے ساختہ اٹھ کھڑے ہوئے، زمین کو بوسہ دیا اور عرض کی
اے مخدومِ عالم! آپ کشاف اللوح و القلم (لوح و قلم کے راز جاننے والے) ہیں، لیکن یہ "
"کیا راز ہے کہ آپ نے دسترخوان پر اتنی قلیل مقدار میں کھانے کو ترجیح دی؟

:اس پر حضرت مد اللہ ظلہ نے حقیقت کے پردے سے راز ظاہر کرتے ہوئے فرمایا
اے میرے بھائی، اے آنکھوں کی روشنی! اس پاکیزہ کھانے سے ایک لطیف مگر " ناپسندیدہ بو آ رہی ہے، جو اہل صفا کے لیے مناسب نہیں۔ کیونکہ جو لوگ دن رات اللہ کے ذکر میں مشغول رہتے ہیں، ان کے دل کپاس صاف کرنے والے نداف کی طرح ہوتے ہیں، جو کپاس سے ہر میل کچیل نکال دیتے ہیں، اور حسن و قبح (اچھائی اور برائی) میں فرق جانتے ہیں۔ اہل صفا کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ حتیٰ الوسع مستحب امور کو بھی ترک "نہ کریں۔

:پھر فرمایا
مجھے تعجب ہے کہ اس عالی مرتبت شیخ کے گھر میں ایک بالغ دوشیزہ موجود ہے، " اور اسی سبب میں نے کھانے سے ہاتھ روک لیا۔ میں نے سنا ہے کہ وہ مکان جہاں کوئی بالغہ دوشیزہ موجود ہو، وہاں کا کھانا کھانا جائز نہیں، کیونکہ اہل سنت کے چاروں مذاہب میں یہ ناپسندیدہ امر ہے۔ البتہ بعض فقہاء نے مہمانوں، مسافروں اور ناواقف لوگوں کے لیے اس میں رخصت دی ہے، مگر اصح قول یہی ہے کہ ایسے گھر میں کھانے سے پرہیز "کیا جائے۔

جب شیخ نے یہ حقیقت انگیز اور مؤثر کلمات سنے، تو وہ حضرت کی بصیرت اور علم پر فریفتہ ہو گئے۔ چنانچہ انہوں نے اپنی بالغ بیٹی کا نکاح حضرت مد اللہ ظلہ سے کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس نکاح سے ایک فرزند پیدا ہوا، جس کا نام **شیخ ابو الاسحاق** رکھا گیا، جو آگے چل کر شہر بصرہ میں دین و دنیا کے خواجگان میں مشہور ہوئے۔

شعر:
میں کیا کہوں، اس صاحبِ کمال کا وصف،
جو تختِ جہاں پر بھی ہے، مگر ظاہر میں نہاں ہے!

بعض لوگ شیخ ابو الاسحاق کو **شیخ الاسلام** کے لقب سے بھی یاد کرتے ہیں، کیونکہ انہوں نے اپنی کم سنی میں ستر کفار کو اسلام کی نعمت عطا کی تھی، اور اپنی تمام عمر زہد و تقویٰ میں گزاری تھی۔ ان کی تدریس حضرت ادریس علیہ السلام کی طرح کامل تھی۔

یہی زہد و ورع زندگی کے آخری لمحے تک ان کا شیوہ رہا۔ جب ان کی وفات کا وقت قریب آیا، تو اپنے متوسلین اور متعلقین کو نصیحت فرمائی:

مثنوی:
اے بھائی، غفلت کی نیند چھوڑ دے!
اور ایک لمحے کے لیے ہوش میں آ جا!
آنکھوں سے مستی کے پردے ہٹا کر بیدار ہو!
اور فانی دنیا سے دل ہٹا لے!
جا اور دیکھ، کہ اللہ کے برگزیدہ بندے
وحدتِ حق کے سمندر میں غوطہ زن ہو رہے ہیں!

یہ نصیحت فرما کر شیخ ابو الاسحاق نے اپنی جان جانِ آفرین کے سپرد کر دی۔ ان کا وصال 11 ذوالحجہ سنہ 809 ہجری میں ہوا۔

القصہ

جب حضرت مداللہ ظلہ سیر و سفر کے دوران ولایت دہکن پہنچے، تو وہاں ایک بستی میں داخل ہوئے۔ اسی بستی میں سید شرف الدین، جو ایک صاحبِ کرامت اور عالمِ ربانی تھے، مقیم تھے۔ ان کے پاس غیب سے یہ خبر پہنچی کہ "اے شیخ! آج ہمارا دوست تمہارے شہر میں تشریف لا رہا ہے۔ فوراً جا کر اس کے استقبال کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

یہ سن کر سید شرف الدین بےتابی سے دوڑ پڑے، جیسے کوئی مست اپنے محبوب کے دیدار کی جستجو میں ہو۔ وہ اپنے مریدوں کے ساتھ شہر سے تقریباً سات میل دور نکل آئے اور راستے کے ہر موڑ پر انتظار میں نظریں دوڑانے لگے۔ آخرکار جب حضرت مداللہ ظلہ وہاں پہنچے، تو سید شرف الدین نے ادب و نیاز کے ساتھ ان کا استقبال کیا اور جھک کر ان کے قدموں کو بوسہ دیا۔ ان کے مریدین بھی اس جذباتی کیفیت میں اپنے چہرے اور داڑھی حضرت کے قدموں پر رگڑنے لگے۔ حضرت مداللہ ظلہ نے محبت سے ان پر شفقت فرمائی اور فرمایا، "اے مسلمانوں! خوش رہو، مسرور رہو، اور اللہ کی عبادت میں ثابت قدم رہو۔"

اس کے بعد وہ سید شرف الدین کے مسکن میں قیام پذیر ہوئے اور ان سے دنیا و آخرت کی بھلائیوں کے بارے میں تبادلۂ خیال کیا۔ سید شرف الدین نے اپنی عقیدت کا اظہار کرتے ہوئے عرض کیا، "اے مخدومِ عالم! میرے گھر کو اپنے قدموں سے برکت عطا فرمائیں اور اسے اپنی قیام گاہ بنائیں۔" حضرت مداللہ ظلہ نے ان کی درخواست کو قبول کیا اور وہاں قیام فرمایا۔

یہ جگہ ایک انتہائی حسین و جمیل مقام تھا، جہاں انواع و اقسام کے درخت، بہتے چشمے، چہچہاتے پرندے اور سرسبز نخلستان تھے۔ حضرت مداللہ ظلہ نے اس جگہ کی روحانی کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے فرمایا، "اے یارو! اس مقام سے دارالسلام (جنت) کی خوشبو آ رہی ہے۔"

رات کو جب حضرت مداللہ ظلہ وہاں آرام فرما رہے تھے، تو درختوں سے بلند آواز میں ذکرِ الٰہی سنائی دینے لگا۔ بعض اوقات قرآن کی تلاوت کی آواز آتی، اور بعض اوقات خفی ذکر (دل میں کیا جانے والا ذکر) محسوس ہوتا۔ حضرت نے اس عجیب و غریب روحانی منظر کو دیکھ کر سوچا کہ یہاں کسی ولی کی خاص تجلی موجود ہے۔

اسی دوران، حضرت مداللہ ظلہ کی روحانی کیفیت ایسی ہوئی کہ ان کا جسم طاؤس (مور) کی مانند لطیف ہو گیا، اور وہ روحانی طور پر درختوں کی شاخوں پر پرواز کرنے لگے۔ انہوں نے وہاں اہلِ روحانیت سے ملاقات کی، ان کے ساتھ مسرت و بشاشت کے لمحات گزارے، اور پھر اپنی اصل حالت میں واپس آ گئے۔

جب فجر کا وقت ہوا، تو شیخ شرف الدین حاضر ہوئے اور عرض کیا، "یا حضرت! وقتِ نماز ہو چکا ہے۔" حضرت مسجد میں تشریف لے گئے، جہاں سب لوگوں نے ان کی اقتدا

میں نماز ادا کی۔ نماز کے بعد سب لوگ اللہ کی یاد میں مشغول ہو گئے—کوئی استغراق میں، کوئی مکاشفہ میں، کوئی ذکرِ خفی میں، اور کوئی حق کی معرفت میں محو ہو گیا۔

جب حضرت مداللہ ظلہ نے اپنی روحانی کیفیات سے فارغ ہو کر سر اُٹھایا، تو حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، "یہ جگہ بے حد بابرکت ہے۔ میں نے آج رات جو روحانی تجربات کیے ہیں، وہ کہیں اور نہیں دیکھے، سوائے مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے۔"

شیخ شرف الدین نے عرض کیا، "یا حضرت! یہاں ہمارے جد بزرگوار حضرت سید جلال الدین قدس اللہ سرہ العزیز نے چالیس دن کا چلہ کاٹا تھا۔ اسی وجہ سے یہ جگہ مبارک ہو گئی ہے۔"

یہ سنتے ہی حضرت مداللہ ظلہ پر ایک وجد کی کیفیت طاری ہو گئی۔ وہ بے خود ہو کر "سبحان اللہ! الحمدللہ!" پکارنے لگے، اور حاضرین بھی ان کے ساتھ وجد میں آ گئے۔ یہاں تک کہ اس بستی کے تمام انسان، چرند، پرند، اور حتیٰ کہ درندے بھی ذکرِ الٰہی میں محو ہو گئے۔

اس موقع پر شیخ شرف الدین نے حضرت مداللہ ظلہ سے سہروردیہ سلسلے کی اجازت طلب کی، اور حضرت نے انہیں اجازت عطا فرمائی، جس پر وہ بےحد خوش و خرم ہوئے۔ بعد ازاں، شیخ نے اپنی بیوی اور بچوں کو بھی حضرت کے دامنِ رحمت میں داخل کر دیا اور ان کے مرید ہو گئے۔

شیخ نے حضرت مداللہ ظلہ کو دعوتِ طعام دی، اور حضرت نے اسے سنتِ رسول ﷺ سمجھ کر قبول فرما لیا۔ بعد ازاں، حضرت نے اس خاندان میں شادی کی، جس سے دو فرزند پیدا ہوئے—شیخ کبیر الدین اور شیخ نصیر الدین۔

کچھ عرصہ بعد، حضرت مداللہ ظلہ اپنے وطن واپس جانے کے لیے روانہ ہوئے۔ جیسے ہی یہ خبر پہنچی، تمام مریدین، عقیدت مند، اور شہر کے لوگ جوق در جوق استقبال کے لیے نکل پڑے۔ لوگوں نے خوشی سے ہاتھ باندھ لیے، قدموں کو چومنے لگے، اور نعرے بلند کیے۔

جب حضرت اپنے وطن پہنچے، تو لوگ اس دیدار کو یوں محسوس کرنے لگے جیسے پیاسا پانی پا لے، بھوکا اچانک بہترین طعام حاصل کر لے، یا نابینا بینائی پا لے۔ لوگوں میں ایسی خوشی دوڑ گئی جیسے کسی مقدس مہمان کی آمد پر روحیں سرشار ہو جائیں۔

حضرت مداللہ ظلہ کی آمد سے پورا شہر خوشی و سرور میں ڈوب گیا، اور انہیں "قتّال" (غموں کو ختم کرنے والا) کا لقب دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اگر کسی پر مصیبت یا آزمائش آتی، تو وہ حضرت کو "قتّال" کہہ کر پکارتا، اور اسی وقت اس کی مشکل آسان ہو جاتی۔

القصہ۔

خود مخدومِ عالم، لوح و قلم کے رازوں کو جاننے والے، مرشدِ ملک و ملک، نظامِ فلک و فلک، مالکِ مدم، حضرت مخدوم جہانیان جلال الدین (دام برکاتہ) دہلی کی جانب سیر و سفر کے لیے روانہ ہوئے۔

یہ خبر جب مد اللہ ظلّہ تک پہنچی، تو حضرت (مد اللہ ظلّہ) جیسے ہی اس کی اطلاع سے آگاہ ہوئے، فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور خوشی کے ساتھ خدمتِ انور میں حاضر ہوئے۔
:تھوڑی ہی دیر میں انھوں نے حضرت (مخدوم) کے سامنے عرض کیا
" اے حضرتِ عالم! یہ عاجز آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہے، مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلیں۔"

:قبلۃالعالم نے تبسم فرمایا اور کہا
" کیوں نہیں! مگر طالبِ مولیٰ کو جدائی سے گریز کرنا چاہیے، تم نے پہلے بھی کئی سفر کیے ہیں، اب کچھ دیر ٹھہر جاؤ۔"

:مد اللہ ظلّہ نے عرض کیا
" اے حضرت! کثرتِ فیض کے باعث یہ مسکین کہیں ٹھہر نہیں سکتا، بلکہ خواہش رکھتا ہے کہ اپنی باقی زندگی آپ کی خدمت میں گزار دے۔"

(شعر)
میرا دل چاہتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ راز و نیاز کروں
!مجھ سے جدا نہ ہو، اے میرے دل کو سکون دینے والے

حضرت (مخدوم) نے اس پر کرم نوازی فرمائی اور خوش خبری دی۔ جب مد اللہ ظلّہ نے ان کے کلماتِ گوہر بار سنے، تو وہ خوش اور مسرور ہوگئے، پھر وہ اپنے مقام پر واپس آئے، تیاری کی، اور خدمتِ انور میں حاضر ہوگئے۔

جب حضرتِ جانِ جہان نے دیکھا کہ مد اللہ ظلّہ مکمل تیاری کے ساتھ، اطاعت و ادب کے ساتھ حاضر ہیں، تو فرمایا:
"فوراً فلاں ہاتھی پر سوار ہو جاؤ۔"

پس، مد اللہ ظلّہ، ستون الدین کے ساتھ، اس سفر پر روانہ ہوگئے۔ جب حضرتِ مخدومین شریفین کسی مقام پر پہنچے اور وہاں قیام فرمایا، تو وہ جگہ بڑی خوشگوار تھی۔ اردگرد سایہ دار درخت بہت تھے اور ہوا خوشگوار تھی۔ حضرت کو وہ مقام پسند آیا، تو فرمایا:
"یہاں کچھ دیر آرام کریں۔"

خادم کو حکم دیا کہ چارپائی درخت کے سائے میں بچھا دی جائے۔ خادم نے حکم بجا لایا، بستر لگائے، تکیہ رکھا، اور حضرت وہاں آرام فرمانے لگے۔

کچھ وقت ہی گزرا تھا کہ درختوں پر بیٹھے پرندے شور مچانے لگے، کچھ پرندے دوسروں پر حملہ آور ہونے لگے، اور کچھ ان سے بچنے کے لیے بےقرار ہوگئے۔ وہ یوں فریاد کرنے لگے:
"اے وہ جو بلند تخت پر سو رہا ہے! اے چمکتا ہوا آفتاب! ہماری روشنی کو نہ چھپاؤ، ہمیں اپنی جلوہ گری سے محروم نہ کرو!"

پرندے بےتاب ہو کر ایک دوسرے پر گرنے لگے، جیسے پروانے شمع پر گرتے ہیں۔ حضرت مد اللہ ظلّہ اس شور و غل سے بیزار ہوگئے اور آسمان کی طرف نظر کی، تو پرندے خوف سے منتشر ہوگئے اور بعض درختوں سے نیچے گر پڑے۔

کچھ لوگوں نے یہ نظارہ دیکھا اور کہا کہ یہ حضرت مد اللہ ظلّہ کے روحانی اثرات کا نتیجہ ہے۔ جب حضرت مخدوم کو اس واقعے کی خبر ملی، تو وہ عرش سے اٹھے اور فرمایا:
"اے میرے بھائی! یہ تم نے کیا کیا؟ تم نے ان مسکین پرندوں کو تکلیف پہنچائی!"

مد اللہ ظلّہ نے عاجزی سے عرض کیا:
"اے قبلۃالعالم! ان پرندوں نے ہماری نیند خراب کر دی تھی، وہ ہمیں بے چین کر رہے

تھے، اس لیے میرا دل مضطرب ہو گیا اور میں نے جوش میں آکر نعرہ مارا، جس سے یہ سب گر پڑے۔"

حضرت مخدوم نے فرمایا:
"یہ درست نہیں کہ بےچارے پرندوں کو بلاوجہ ایذا پہنچائی جائے۔ تم نے ان پر ظلم کیا ہے، جبکہ نیکی کا راستہ یہ ہے کہ لوگوں کو نفع پہنچایا جائے، نہ کہ انھیں نقصان دیا جائے۔"

(حدیث)
"خیر الناس من ینفع الناس"
(بہترین انسان وہ ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔)

پھر حضرت مد اللہ ظلّہ نے ندامت کے ساتھ اللہ کے حضور توبہ کی، دو رکعت نفل نماز ادا کی، اور دعا کی۔ بعد میں حضرت مخدوم نے انھیں رخصت دی اور فرمایا:
"سفر کا اصل مقصد لوگوں کو فائدہ پہنچانا ہے، نہ کہ انھیں تکلیف دینا۔ یہ طریقت کا طریقہ نہیں کہ کسی کو ایذا دی جائے۔"

یہ سن کر مد اللہ ظلّہ خاموش ہوگئے اور مزید درویشی کے آداب سیکھنے لگے۔

حضرت مخدوم جہانیان جلال الدین، جو کہ "مخدوم العالم"، "کاشف اللوح و القلم"، "مرشد الملک و الملک"، اور "نظام الفلک و الفلک" جیسے القابات سے مشہور ہیں، دہلی کے سفر پر روانہ ہوئے۔ ان کی اس روانگی کی خبر جب حضرت مد اللہ ظلہ کو پہنچی تو وہ فوراً ادب و احترام کے ساتھ کھڑے ہوگئے اور ان کی خدمت میں حاضر ہو کر سعادت حاصل کی۔

بعد ازاں، حضرت مد اللہ ظلہ نے حضرت عالم سے درخواست کی کہ انہیں اپنے ساتھ سفر میں شامل کر لیا جائے۔ قبلۂ عالم نے مسکراتے ہوئے فرمایا:
"کیوں نہیں؟ مگر جو سچّا طالب ہوتا ہے، وہ کبھی بھی اپنے مرشد سے دوری اختیار نہیں کرتا۔ مگر تم نے تو پہلے بھی بہت سے سفر کیے ہیں، اب کچھ دیر آرام کرو۔"

حضرت مد اللہ ظلہ نے عرض کیا:
"اے حضرت! فقیر کے لیے قیام بے معنی ہے، میرے لیے یہی بہتر ہے کہ اپنی باقی زندگی آپ کی خدمت میں گزاروں۔"

(شعری اقتباس)

میرا دل چاہتا ہے کہ ہمیشہ تیرے ساتھ رہوں،"
"!مجھ سے جدا نہ ہو، اے میرے دل کے رازدار

یہ سن کر حضرت مخدوم نے کرم نوازی فرمائی اور مسکراہٹ کے ساتھ بشارت دی۔ مد اللہ ظلہ خوشی سے جھوم اٹھے، فوراً تیاری کی اور خدمت میں دوبارہ حاضر ہو گئے۔

پھر حضرت مخدوم نے انہیں فوراً ایک مخصوص ہاتھی پر سوار ہونے کا حکم دیا، اور یوں وہ سفر پر روانہ ہو گئے۔ کچھ عرصے بعد جب یہ قافلہ ایک سرسبز مقام پر پہنچا جہاں سایہ دار درخت تھے اور خوشگوار ہوا چل رہی تھی، تو وہاں قیام کا ارادہ کیا۔ حضرت مخدوم نے حکم دیا کہ ایک چارپائی سایہ میں بچھا دی جائے تاکہ کچھ دیر آرام کیا جا سکے۔

حضرت مخدوم آرام فرما ہی رہے تھے کہ درختوں پر بیٹھے پرندے زور زور سے چہچہانے لگے اور بے قراری کا اظہار کرنے لگے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی بڑی روشنی کے دیدار کے خواہشمند ہیں اور اس کی روشنی سے محروم نہیں رہنا چاہتے۔ ان کے شور سے حضرت مد اللہ ظلہ کی نیند میں خلل واقع ہوا، تو انہوں نے ایک نظر اوپر کی اور حیرت انگیز طور پر تمام پرندے درختوں سے نیچے گرنے لگے، جیسے کسی جلالی نگاہ کی تاب نہ لا سکے ہوں۔

:حضرت مخدوم نے حیرانی سے فرمایا
"اے میرے بھائی! تم نے ایسا کیا کیا کہ یہ مسکین پرندے بے حال ہو گئے؟"

:مد اللہ ظلہ نے عاجزی سے عرض کیا
اے حضرت! یہ پرندے ہماری نیند کو خراب کر رہے تھے، اس لیے دل میں اضطراب " پیدا ہوا اور جذبۂ الٰہی کے تحت جوش میں آ کر میں نے ایک نعرہ بلند کیا، جس کے نتیجے "میں یہ سب بے حال ہو گئے۔

:حضرت مخدوم نے فرمایا
اے بھائی! تم نے بے چارے معصوم پرندوں کو تکلیف دی، جو کہ ایک نامناسب عمل " "ہے۔

یہ کہہ کر حضرت مخدوم نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی، اور پرندے پھر سے اپنی حالت میں واپس آ گئے۔ اس واقعے کے بعد حضرت مد اللہ ظلہ کچھ دل گرفتہ ہوئے، لیکن

حضرت مخدوم نے انہیں سمجھایا کہ سچے سالک کو ہمیشہ نرمی، محبت اور تحمل کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔

(مزید واقعات و نصیحتیں)
بعد ازاں، جب یہ قافلہ بیکانیر پہنچا، تو مسجد میں داخل ہوا۔ وہاں ایک حافظِ قرآن امامت کروا رہے تھے۔ حضرت مخدوم اور ان کے ساتھیوں نے جماعت کے ساتھ نماز ادا نہ کی بلکہ علیحدہ نماز پڑھی۔ امام نے بعد میں سوال کیا کہ آپ نے جماعت کے ساتھ نماز کیوں نہیں پڑھی؟

:حضرت مخدوم نے فرمایا
نماز، اللہ کی رضا کے لیے ہونی چاہیے، نہ کہ کسی دنیاوی خواہش کے لیے۔ لیکن جب " امام نماز میں تھا، تب اس کے دل میں بادشاہ سے کسی انعام کی امید جاگ رہی تھی، اس "لیے ہم نے جماعت میں شامل ہونے کے بجائے اپنی نماز علیحدہ پڑھی۔

یہ سن کر حافظِ قرآن اور علماء کو حیرت ہوئی، اور پھر حضرت مخدوم نے حدیث پیش :کی
"نماز صرف اسی وقت قبول ہوتی ہے جب دل حاضر ہو۔"

یہ واقعہ امام اور حاضرین کے لیے ایک نصیحت بن گیا اور سب نے حضرت مخدوم کی روحانی عظمت کا اعتراف کیا۔

دیوانہ کتا غصے سے بھونکنے لگا، اپنے تیز دانتوں کو ظاہر کیا اور شور مچایا۔ وہ کاٹنے کی کوشش کر رہا تھا اور دیگر مسافروں کو، جو اس مسجد میں موجود تھے، خوفزدہ کر رہا تھا۔

جب رات کا ایک پہر گزر گیا تو ایک خادم خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا: "اے اہل "سلوک! آپ بھی روانہ ہو جائیں کیونکہ مجھے ایسا حکم ملا ہے۔

"حضرت نے فرمایا: "یہ حکم تمہیں کس کی طرف سے ملا ہے؟

"لعین کتے نے کہا: "حافظ صاحب کی طرف سے۔

یہ سن کر حضرت نے کتے کی بات کو مسترد کرتے ہوئے نرمی سے فرمایا: "اے موذن! اللہ کی پکار بلند کرو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کا خیال رکھو۔ تم "مسافروں کے بارے میں کیا کہہ رہے ہو؟ ہم بھی تو مسافر ہیں۔

"موذن نے کہا: "تو آپ بھی مسافر ہیں؟

حضرت نے فرمایا: "ہاں، ہم مسافر ہیں، اور تم ہمیں مسجد سے نکالنے آئے ہو۔" موذن بضد تھا اور کہنے لگا: "فوراً نکل جاؤ!"

حضرت نے فرمایا: "اے شخص! غور کر، ہم سب مسافر ہیں۔ ہم کہاں جائیں؟ ہمارے لیے سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی سہارا نہیں۔ یہاں رات کا وقت ہے، اندھیرا چھایا ہوا ہے، بارش ہو رہی ہے، راستے تنگ اور کیچڑ سے بھرے ہوئے ہیں، اور تم ہمیں بے یار و مددگار باہر نکالنے کا حکم دے رہے ہو؟"

یہ سن کر موذن گھبرا گیا اور عاجزی کے ساتھ عرض کرنے لگا: "یا حضرت! دراصل یہاں مسافروں کو رات گزارنے کی اجازت حافظ نہیں دیتا، کیونکہ وہ کسی چوری کے خوف سے ڈرتا ہے۔ بہت سے اجنبی لوگ یہاں قیام کرتے ہیں، اور ماضی میں یہاں سے اشیاء چوری ہو چکی ہیں۔"

حضرت نے فرمایا: "اے بھائی! اگر یہ فقیر یہاں رات گزار لے تو کیا تمہارے قیمتی سامان کو کوئی نقصان پہنچے گا؟ اگر کچھ چوری ہو بھی جائے، تو ان شاء اللہ، اللہ کی رضا سے ہم اس کی تلافی کر سکیں گے۔"

اسی دوران، ایک نابینا حافظ جلدی سے وہاں آیا اور سخت لہجے میں موذن سے کہا: "اگر تم نے ان لوگوں کو مسجد میں ٹھہرنے کی اجازت دی، تو جان لو کہ تم نے اپنی دشمنی خود مول لی ہے۔ یہ شخص (حضرت) سرغنۂ چور ہے، اور اسے لوگ جاسوس اور فریب کار کہتے ہیں!"

جب حضرت نے یہ الفاظ سنے، تو حیران ہو گئے اور نہایت عاجزی سے جواب دیا: "اے حافظ! اگر آج رات یہاں سے کچھ چوری ہو گیا، تو باذنِ خدا میں اس نقصان کی تلافی کر سکتا ہوں۔"

حافظ نے طنزیہ انداز میں کہا: "تم کہاں سے یہ نقصان پورا کرو گے؟ تم تو خود کہتے ہو کہ ہم مسافر اور غریب ہیں۔" پھر اس نے مزید کہا: "اگر تم واقعی امیر ہوتے، تو کسی بادشاہ یا امیر کے دربار میں قیام کرتے۔ لیکن تم یہاں مسجد میں صرف اس لیے آئے ہو کہ مساکین کی چیزیں چوری کرو!"

یہ سن کر حضرت کو سخت رنج پہنچا اور وہ افسردہ ہو گئے۔

چنانچہ جب یہ کلام مبارک سنا تو چہرہ سرخ ہو گیا، لرزنے لگا، اور چمکنے لگا، جیسے لعل کی سرخی ہو۔ حضرت کی چمکدار آنکھوں سے روشنی کی شعاعیں نکلنے لگیں، جو ایسا لگتا تھا جیسے شمع کی لو بلند ہو رہی ہو۔ ایسا نور برآمد ہو رہا تھا جسے ہندوستانی زبان میں "کمال پرتوی" یعنی نورِ الٰہی کہا جاتا ہے۔ یہ وہی کیفیت تھی جو حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر ظاہر ہوئی تھی جب کہ اللہ کے نور کی تجلی نے ایک عظیم پہاڑ کو جلا دیا تھا، جس کا ذکر پوری دنیا میں مشہور ہے۔

دیگر لوگ بھی اس نور کی کشش میں پروانوں کی طرح جل کر خاک ہو جاتے تھے۔
حضرت مخدوم العالم نے یہ حالت دیکھ کر فرمایا: "اے بھائی! نور کی طلب بیچ دے اور غم نہ پال۔ جو کچھ کہا گیا ہے، اس پر عمل کر۔" پھر مزید فرمایا: "یہ بدنصیب اور کم عقل شخص تو پہلے ہی اللہ کے قہر میں گرفتار ہے، جیسا کہ قرآن میں آیا ہے:

خَتَمَ اللہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ وَ عَلٰی سَمْعِھِمْ وَ عَلٰی اَبْصَارِھِمْ غِشَاوَۃٌ، وَّ لَھُمْ عَذَابٌ
(اللہ نے ان کے دلوں اور کانوں پر مہر لگا دی ہے اور ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے، اور ان کے لیے عذاب ہے۔)

جب مداللہ ظلہ نے یہ مبارک کلام سنا، تو خاموش ہو گیا۔ حافظ مذکور نے بھی سن کر افسوس کیا اور غم میں مبتلا ہو گیا۔ وہ غصے میں آ گیا، سینہ سخت ہو گیا، اور ہاتھ مارنے کے لیے اٹھایا۔ پھر اچانک حضرت کے آستین کو کھینچ کر کہنے لگا: "یہاں سے چلے جاؤ!"

مخدوم العالم نے عاجزی سے فرمایا: "حافظ! ہوشیار رہو اور بے سبب غضب میں نہ آؤ۔ تم مسافروں پر اتنی سختی کیوں کر رہے ہو؟ اپنی غرور میں نہ رہو، کیونکہ مسافر بے وطن ہوتے ہیں، اس لیے ان کے دل نرم ہوتے ہیں، اور وطن والے کرم و مہربانی کرنے والے ہونے چاہئیں۔ لیکن تم سختی اور جبر کا رویہ اپنا رہے ہو۔"

حافظ نے کہا: "بس بس! ہم سب کچھ جانتے اور سمجھتے ہیں۔ ہمیں تم سے سیکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہم نے پہلے ہی سیکھ لیا ہے۔"

حضرت نے جب یہ نامناسب اور ناپسندیدہ گفتگو سنی، تو صبر کیا اور خاموشی اختیار کی۔ پھر فوراً اپنا سامان اٹھایا اور صحرا کی طرف روانہ ہو گئے۔ جب وہ شہر سے باہر نکلے، تو ایک ریگستان میں ایک چٹان دیکھی۔ وہ چٹان شہر سے کچھ فاصلے پر تھی، اور وہاں پہنچ کر انہوں نے سکونت اختیار کی۔ کچھ دیر بعد انہوں نے اپنا چادر بچھایا اور

اسے خیمے کی مانند بنایا۔ اپنی پگڑی کی رسیاں خیمے کے لیے استعمال کیں، اور اس میں آرام کرنے لگے۔

اللہ کے حکم سے بارش رک گئی، اور ان کے قیام میں کوئی مشکل باقی نہ رہی۔ اس کے بعد، حضرت مخدوم العالم اور ان کے ساتھی نے دو رکعت نفل نماز ادا کی، اور اللہ کے حضور سجدے میں گر کر شکر ادا کیا۔ پھر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مناجات کی۔

اسی دوران، اللہ تعالیٰ کے حکم سے کچھ فرشتے حاضر ہوئے، جو مختلف اقسام کے کھانے، ایک برتن میں میٹھا پانی، اور دو سنہری آفتابے لے کر آئے۔ جب حضرت نے وضو کرنے کا ارادہ فرمایا، تو فرشتوں نے ان کے ہاتھ دھلائے، اور حضرت نے کھانے سے لطف اندوز ہو کر اللہ کا شکر ادا کیا۔

بعد ازاں، حضرت نے کھانے کا کچھ حصہ بچا کر اٹھایا اور اسے اس نابینا حافظ کے لیے لے جانے کا ارادہ کیا۔ وہ مسجدِ اقدس پہنچے اور دروازے پر کھڑے ہو کر حافظ کو آواز دی۔ نابینا حافظ فوراً جواب دے کر آیا۔ حضرت نے کہا: "مرحبا! قریب آؤ اور بتاؤ، تمہیں کیوں بلایا ہے؟"

حافظ نے پوچھا: "کیا بات ہے؟"

حضرت نے فرمایا: "کچھ کھانے کے لیے لو گے؟"

حافظ نے کہا: "ہاں، ضرور!"

حضرت مخدوم العالم نے جب اپنے کھانے کے کچھ بچے ہوئے حصے حافظ کو عطا کیے، تو حافظ نے اسی لمحے کھا لیا اور اس کے ذائقے سے حیران ہو گیا۔ وہ حضرت کی اصل و نسب کے بارے میں پوچھنے لگا۔ حضرت نے جواب دیا کہ میں ایک فقیر، بے سہارا، اور عشقِ الٰہی میں گرفتار شخص ہوں، جو صرف اپنے محبوب (اللہ) کے ذکر میں مصروف رہتا ہے۔

حافظ نے پہلے حضرت کو عام فقیر سمجھا، لیکن جب ان کے کلام کی بلاغت اور ان کے وجود کی روحانی تاثیر کو محسوس کیا، تو وہ یہ سوچنے لگا کہ شاید یہ کوئی جادوگر یا کیمیاگر ہیں، جو مجھے اپنے سحر میں مبتلا کر سکتے ہیں۔ چنانچہ وہ حضرت کی طرف

دوڑ کر آیا اور عاجزی کا اظہار کیا، مگر اس کے دل میں اب بھی کچھ وسوسے باقی تھے۔

بعد میں، جب حضرت نے اس کی غلط فہمیوں کو دور کیا اور نرم الفاظ میں بات کی، تو حافظ کو اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ حضرت کے قدموں میں گر گیا، ندامت کا اظہار کیا اور اپنی کوتاہیوں پر معافی مانگی۔ اس نے کہا کہ میں نابینا ہوں، اس لیے بعض حقائق کو صحیح طریقے سے نہیں دیکھ سکتا۔ جیسے سورج کی روشنی سے محروم نابینا شخص دن اور رات کو برابر سمجھتا ہے، اسی طرح میں بھی تمہارے مرتبے کو پہچان نہ سکا۔

روحانی پیغام:

یہ حکایت دراصل ایک گہرا صوفیانہ پیغام دیتی ہے کہ حقیقت اور سچائی کو ظاہری آنکھوں سے نہیں، بلکہ دل کی بینائی سے پہچانا جا سکتا ہے۔ جو لوگ حقیقت سے ناواقف ہوتے ہیں، وہ کبھی کبھار اہلِ حق کو غلط سمجھتے ہیں اور ان سے سخت رویہ اختیار کرتے ہیں۔ مگر جب انہیں حقیقت کا علم ہو جاتا ہے، تو وہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

یہ کہانی عفو و درگزر، تواضع، روحانی معرفت اور حق کی تلاش کا درس دیتی ہے۔

یہ گفتگو ایک نابینا حافظ اور حضرت مخدوم العالم کے درمیان جاری ہے۔ نابینا شخص اس حقیقت کو تسلیم کر رہا ہے کہ وہ روشنی کو نہیں پہچان سکتا، اس لیے وہ ان روحانی انوار کو بھی نہیں دیکھ سکتا جو اہل معرفت کو عطا کیے جاتے ہیں۔ وہ کہتا ہے کہ سننا اور دیکھنا برابر نہیں، جیسے حضرت یوسفؑ کے حسن کا ذکر سننا اور انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھنا ایک جیسا نہیں ہو سکتا۔

حضرت مخدوم العالم، جو ایک صاحبِ روحانیت ہستی ہیں، اس نابینا کی کیفیت پر رحم فرماتے ہیں اور اسے راہِ حق دکھانے کے لیے مہربانی کا اظہار کرتے ہیں۔ نابینا شخص ان سے التجا کرتا ہے کہ اسے بھی ان کے روحانی انوار میں شامل کر لیا جائے تاکہ وہ حقیقت کو سمجھ سکے۔ حضرت مخدوم العالم اس کی درخواست پر کرم فرماتے ہیں اور مسجد میں اس کے ساتھ داخل ہوتے ہیں۔

آزمائش اور روحانی استقامت:

حافظ، جو پہلے شکوک میں مبتلا تھا، حضرت مخدوم العالم کو آزمانا چاہتا ہے۔ وہ سوچتا ہے کہ شاید ان کے روحانی دعوے محض الفاظ ہیں۔ اس لیے وہ ایک آزمائش کا منصوبہ

بناتا ہے اور حضرت کے جسم پر سوزن (سوئی) سے چبھونے کی کوشش کرتا ہے تاکہ دیکھے کہ آیا وہ واقعی کسی اعلیٰ مرتبے پر فائز ہیں یا نہیں۔ لیکن حیران کن طور پر حضرت نہ درد محسوس کرتے ہیں، نہ ہی کوئی تکلیف کا اظہار کرتے ہیں۔ وہ صبر، حلم اور بردباری کا مظاہرہ کرتے ہیں، جو ان کے روحانی مقام کی تصدیق کرتا ہے۔

:روحانی پیغام

یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ اہلِ حقیقت دنیاوی آزمائشوں، جسمانی تکلیفوں اور دوسروں کی نادانیوں سے بے نیاز رہتے ہیں۔ ان کا دل و دماغ اس قدر بلند ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی تکلیف کو اہمیت نہیں دیتے۔ وہ درگزر اور مہربانی کے ساتھ لوگوں کو راستہ دکھاتے ہیں، چاہے وہ ان پر سختی ہی کیوں نہ کریں۔

یہ حکایت یہ سبق بھی دیتی ہے کہ دنیاوی حواس (آنکھ، کان، لمس) ہمیشہ حقیقت تک رسائی حاصل نہیں کر سکتے۔ حقیقت کی معرفت کے لیے باطنی آنکھ اور روحانی بصیرت کی ضرورت ہوتی ہے۔

جب مرتد نصیحت سننے کے بجائے زور و زبردستی سے مکے مارنے لگا، تو اس نے اتنی سختی سے مارا کہ سوئیوں کے کنارے بھی ٹیڑھے ہو گئے۔ پھر وہ مکار آدمی
:عرض کرنے لگا
"اے حضرت! اگر اجازت ہو تو میں بھی اس صاحب کو مکا مار دوں؟"

:مخدومِ عالم نے گوہر بار الفاظ میں فرمایا
حافظ! اس مسکین پر مکے مارنا کوئی احسان نہیں۔ یہ تو تمہاری مہربانی ہے کہ تم اس " صاحب کو مکا مارنے کا ارادہ نہیں کرتے۔ کیونکہ وہ صاحب عظیم مرتبہ ہیں، ان کی طبیعت لطیف اور نفیس ہے، جبکہ اس مسکین کا بدن گندگی میں لت پت ہو چکا ہے، اسی "لیے ہم تمہیں روکتے ہیں۔

:مگر حافظ نے عرض کیا
"اے حضرت! میرا دل ایسا نہیں چاہتا، میں تو اس عالی جناب سے ثواب لینا چاہتا ہوں۔"

:حضرت نے فرمایا
اے حافظ! اگر تم اس ارادے پر قائم رہے تو تم جرم پر جرم کرتے جاؤ گے اور اس کا " "کوئی اچھا نتیجہ نہیں نکلے گا۔

مگر وہ مکار شخص فوراً اٹھا اور حضرت کے سامنے حاضر ہو گیا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں ایک سوئی چھپا رکھی تھی اور عرض کی:
"کیا میں ماروں؟"

حضرت نے فرمایا:
"اگر تم مہربان ہو تو مت مارو، کیونکہ میرے اعضا مار سہنے کی طاقت نہیں رکھتے۔"

لیکن وہ فریبی باز پھر بولا:
"اے حضرت! اگر اجازت دیں تو میں اپنی مرضی پوری کر لوں؟"

یہ سن کر حضرت مخدومِ عالم کسی گہری سوچ میں پڑ گئے۔ پھر وہی شخص اپنی ناپاک نیت کے ساتھ آگے بڑھا اور حضرت کے مبارک جسم پر سوئی چبھو دی، جس سے حضرت کو سخت تکلیف پہنچی۔ حضرت کی جلالی نظر جب اس مرتد پر پڑی تو وہیں اس کا جگر پھٹ گیا، اور اس کے منہ سے خون بہنے لگا۔

پھر وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔ جب حضرت مخدومِ عالم نے یہ منظر دیکھا تو فرمایا:
" اے میرے عزیز! دیکھو، اس بدنصیب کا کیا حال ہو گیا ہے! اس کے جسم میں اتنے سوراخ ہو گئے ہیں کہ گویا وہ چھلنی بن چکا ہے، اور میری ایک ہی نظر نے اسے تباہ و برباد کر دیا۔"

پھر حضرت نے نفل نماز ادا کی اور دعا میں مشغول ہو گئے۔ کچھ دیر بعد اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی:
"اے سید! جو کچھ تم چاہو گے، ہم عطا کریں گے۔"

حضرت نے عرض کی:
"اے پروردگار! میں چاہتا ہوں کہ یہ شخص بھی دوسروں کی طرح زندہ ہو جائے۔"

اللہ تعالیٰ نے حضرت کی دعا قبول فرمائی اور وہ شخص دوبارہ زندہ ہو گیا۔

اس کے بعد حضرت نے اسے اجازت دی کہ وہ اپنے مقام کی طرف لوٹ جائے اور تاکید کی کہ سفر کے لیے دل کو نرم رکھے، پاؤں میں کرم ہو، نہ کہ سختی اور جلال۔ چنانچہ وہ شخص حضرت کے قدموں میں گر کر بوسہ دینے لگا اور سچے دل سے ایمان قبول کر کے روانہ ہوا۔

کچھ عرصے بعد حضرت مخدومِ عالم دہلی تشریف لے گئے۔ یہ جمعے کا دن تھا، اور حضرت نے جامع مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کا ارادہ کیا۔ جب وہاں پہنچے تو امام خطبہ پڑھ رہے تھے۔ حضرت نے خطبہ سنا اور جب امام نے نماز کے لیے تکبیر کہی، تو حضرت نے محراب کی طرف دیکھا۔

حضرت کو محسوس ہوا کہ مسجد کی محراب قبلہ کی سمت میں صحیح نہیں بنی ہے۔ جیسے ہی امام نے رکوع کیا، حضرت صف سے نکل کر ایک کونے میں کھڑے ہو گئے اور تنہا نماز ادا کرنے لگے۔

یہ دیکھ کر امام اور دیگر نمازی حیران رہ گئے اور بحث کرنے لگے کہ یہ شخص کون ہے جو جماعت سے ہٹ کر تنہا نماز پڑھ رہا ہے؟ امام نے حضرت سے سوال کیا تو حضرت نے فرمایا:
"میں نے علمائے دین سے سنا ہے کہ مسافر، بیمار، لنگڑے اور نابینا افراد پر نمازِ جمعہ فرض نہیں۔ اسی بنا پر میں نے الگ نماز ادا کی۔"

امام نے فوراً اقرار کیا کہ وہ اس مسئلے کو بھول گیا تھا اور کہا:
"یہ مسئلہ واقعی ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ نے فرمایا، مگر میں نسیان کا شکار ہو گیا تھا۔"

یہ سن کر حضرت خاموش رہے، لیکن وہاں موجود بعض افراد نے سخت رویہ اختیار کیا اور حضرت کو گرفتار کرنے کی کوشش کی۔ حضرت نے فرمایا:
"اے نادانوں! تم کیوں ایک مسکین کو گرفتار کر رہے ہو؟"

وہ بولے:
"تم پر سزا واجب ہے، کیونکہ تم نے جماعت کے خلاف عمل کیا ہے۔"

حضرت نے فرمایا:
"تمہاری نماز اس جہالت اور بے علمی کے ساتھ درست نہیں ہو سکتی۔"

جب کچھ لوگوں نے حضرت مخدوم العالم سے سوال کیا کہ آپ کیسے جانتے ہیں کہ مسجدِ معلی کی محراب قبلۂ قدسیہ (اصل قبلے) کی جانب نہیں ہے؟ حضرت نے فرمایا:

"محراب کا رخ صحیح قبلے کی طرف نہیں ہے۔"

یہ سن کر وہاں موجود لوگ حیران ہو گئے اور پریشان ہو کر بولے:

"ہم نے تو مسجد معلی کی محراب کو مکمل طور پر علمِ شریعت کے مطابق بنایا ہے۔ اس کی بنیاد استادِ زمانہ (ماہر معمار) نے رکھی تھی۔ آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ اس کا رخ درست نہیں؟"

حضرت نے جواب دیا:

"اے خادمِ شریعت! میں تحقیق سے کہہ رہا ہوں کہ مسجد کی محراب اصل قبلے سے ہٹی ہوئی ہے۔"

یہ سن کر علماء اور دیگر حاضرین شش و پنج میں پڑ گئے اور کہنے لگے:

"اگر تم سمجھتے ہو کہ راستہ ٹیڑھا ہے، تو اسے سیدھا کر کے دکھاؤ! مگر یہ خیال رکھو کہ یہ بادشاہ کا تعمیر شدہ مقام ہے، اور اس میں بہت زیادہ سرمایہ اور وقت لگایا گیا ہے۔ بادشاہ خود علم رکھتا ہے اور اس نے علمائے دین و فضلاء کے مشورے سے اس کی تعمیر کروائی ہے۔ تم کس بنیاد پر کہہ رہے ہو کہ ہم نے غلط سمت میں محراب بنائی ہے؟ اگر تم یہ علم ظاہری طور پر جانتے ہو تو یہ محض دعویٰ ہے، اور اگر تم باطنی طور پر جانتے ہو تو ہم اسے تسلیم کرتے ہیں۔"

یہ سن کر حضرت مخدوم العالم خاموش ہو گئے۔ پھر لوگ کہنے لگے:

"جو شخص کسی چیز کی حقیقت کو جانتا ہے، وہی اسے درست بھی کر سکتا ہے۔ اگر تمہارے پاس استطاعت ہے تو اسے درست کر کے دکھاؤ! ورنہ تمہاری باتیں فضول اور بے بنیاد ہیں۔"

حضرت نے فرمایا:

"اے کم عقل لوگو! تمہیں صرف ظاہر نظر آتا ہے، حقیقت کو دیکھنے سے قاصر ہو! تم علمائے دین میں شامل ہو کر بڑے بڑے دعوے کرتے ہو، مگر حقیقت سے ناآشنا ہو!"

یہ سن کر امام مسجد ناراض ہو گیا اور اس کا چہرہ غصے سے زرد پڑ گیا۔ پھر اس نے حضرت کے خلاف فیصلہ سنایا اور حکم دیا کہ انہیں قتل کر دیا جائے۔ کچھ مرتدوں نے انہیں قید میں ڈالنے کا عزم کیا اور سب نے اس پر اتفاق کر لیا۔ چنانچہ حضرت مخدوم العالم کو گرفتار کر کے قید خانے میں ڈال دیا گیا۔

حضرت کو تین دن تک سخت قید میں رکھا گیا۔ نہ انہیں کھانے پینے کی اجازت دی گئی اور نہ ہی کوئی سہولت دی گئی۔ جب یہ وقت گزر گیا تو حضرت نے اللہ کی طرف رجوع کیا اور مد اللہ ظلّہ کو یاد کیا۔

مد اللہ ظلّہ اُس وقت کیسر کے کنارے وضو کر رہے تھے کہ انہیں روحانی طور پر معلوم ہوا کہ حضرت مخدوم العالم کو سولی پر چڑھانے کا ارادہ کیا جا رہا ہے۔ جب انہیں یہ خبر ملی تو وہ بے چین ہو گئے اور فوراً دوڑ کر وہاں پہنچے جہاں حضرت کو سولی پر لے جایا جا رہا تھا۔

:مد اللہ ظلّہ نے جب وہاں موجود لوگوں سے پوچھا

"تم ایک فقیر کو کیوں ستا رہے ہو؟"

:مرتدوں میں سے ایک شخص نے غصے میں جواب دیا

"**!**یہ تمہارا معاملہ نہیں"

:مد اللہ ظلّہ نے فرمایا

"**!**تم جھوٹ اور ظلم کر رہے ہو"

جوں ہی انہوں نے یہ کہا، وہ شخص جس نے گستاخی کی تھی، اس کا جگر پھٹ گیا، اس کے منہ سے خون بہنے لگا، وہ زمین پر گر پڑا اور مر گیا۔

یہ منظر دیکھ کر دیگر لوگ خوفزدہ ہو گئے۔ ان کے ہاتھ لرزنے لگے اور ان میں سے بعض نے حضرت کو قید سے آزاد کر دیا۔ جب حضرت باہر آئے تو وہ لوگ خوف کے مارے بھاگ کھڑے ہوئے اور ایک دوسرے کو خبر بھی نہ کر سکے۔

:پھر وہ لوگ بادشاہ کے دربار میں پہنچے اور کہنے لگے

" اے بادشاہ! ایک بہت بڑا جادوگر آ چکا ہے۔ اس نے ہمارے ایک ساتھی کا جگر پھاڑ دیا، اس کے منہ سے خون نکلا اور وہ مر گیا۔ باقی لوگ اس کے سحر کے خوف سے بھاگ گئے۔"

یہ سن کر بادشاہ حیران و پریشان ہو گیا اور سخت اضطراب میں مبتلا ہو کر حکم دیا کہ حضرت کو قتل کر دیا جائے۔ جلادوں کو تیار کیا گیا، مگر جب حضرت وہاں پہنچے تو ان

کا چہرہ انوار سے چمک رہا تھا، اور دیکھتے ہی دیکھتے سب پر ایک رعب طاری ہو گیا۔

جب بادشاہ نے مخدوم العالم کو گرفتار کروایا اور سزا دینے کا ارادہ کیا، تو اس نے اپنے پہلوانوں کو بلایا اور حکم دیا کہ وہ ایک ساتھ حملہ کریں۔

پہلوانوں نے بادشاہ کے حکم پر فوراً تعمیل کی اور مخدوم العالم کے سامنے حاضر ہوئے، لیکن جیسے ہی وہ ان کے قریب پہنچے، ان پر ایسا روحانی اثر طاری ہوا کہ وہ نہ بولنے کے قابل رہے اور نہ حرکت کرنے کے۔ وہ مکمل طور پر حیران و پریشان کھڑے رہ گئے اور کچھ دیر بعد پیچھے ہٹنے لگے۔

:یہ دیکھ کر حضرت مخدوم العالم نے فرمایا

اے بادشاہ کے پہلوانو! کیا تم ہمارے خلاف جنگ کرنے کے لیے آئے ہو، حالانکہ تم " خود کو مسلمان ظاہر کرتے ہو؟ پہلے بتاؤ کہ آیا ہم سے کوئی بڑی غلطی سرزد ہوئی ہے، یا تم محض بادشاہ کے حکم پر آئے ہو؟ اگر ہم سے کوئی غلطی ہوئی ہے، تو ہمیں معاف "کر دو۔

یہ سن کر ان پہلوانوں میں سے زیادہ تر ندامت محسوس کرنے لگے اور پیچھے ہٹ گئے، :لیکن ایک شخص جو سردار تھا، اس نے جواب دیا

ہم بادشاہ کے حکم کے پابند ہیں، اگر ہمیں مزید کوئی حکم دیا گیا، تو ہم اس پر بھی عمل " "کریں گے۔

:حضرت نے سن کر فرمایا

"اے اہلِ معرکہ! تم یہاں کیوں آئے ہو؟"

یہ سنتے ہی پہلوانوں کو کوئی جواب نہ سوجھا، وہ شرمندہ ہو کر واپس پلٹ گئے۔ لیکن کچھ سخت دل اور ضدی افراد غصے میں آ گئے اور حضرت کے خلاف سخت الفاظ استعمال کیے۔

مد اللہ ظلّہ نے انہیں جواب دیا، اور جیسے ہی انہوں نے حضرت کا جواب سنا، ان میں سے کچھ گنگ ہو گئے، کچھ زمین پر گر کر لنگڑے ہو گئے، اور بعض کو ایسا روحانی اثر ہوا کہ وہ حیرانی میں چلے گئے۔

آخر کار، وہ سب شکست خوردہ ہو کر وہاں سے چلے گئے۔ کچھ لوگ حضرت کی کرامت کے قائل ہو گئے، جبکہ کچھ سخت دل افراد بادشاہ کے پاس جا کر شکایت کرنے لگے۔ وہ کہنے لگے:

"بادشاہ سلامت! یہ شخص نہایت خطرناک جادوگر ہے، اور اس جیسا جادوگر پوری دنیا میں کم ہی ہوگا۔"

بادشاہ نے ان کی بات سن کر حیرانی سے پوچھا:

"ہم اسے کس طرح جادوگر قرار دیں؟ کیا یہ واقعی جادو ہے، یا کوئی اور حقیقت ہے؟ اس معاملے میں جلدبازی سے فیصلہ کرنا مناسب نہیں۔"

اسی دوران بادشاہ کے ایک وزیر نے کہا:

"بادشاہ سلامت! بغیر مشورے کے کوئی بھی فیصلہ کرنا دانشمندی نہیں، ہر کام میں مشورہ ضروری ہے۔"

بادشاہ نے اس پر ایک حکمت بھرا شعر کہا:

"ہر کام میں مشورہ کرنا بہتر ہے،
کیونکہ بغیر مشورے کے کوئی کام اچھا نہیں ہوتا۔"

یہ سن کر درباریوں نے مشورہ کیا کہ مخدوم العالم کو آزمانے کے لیے ایک تدبیر کی جائے۔ ایک عقل مند مشیر نے مشورہ دیا کہ اگر بادشاہ کو حقیقت جاننی ہے، تو وہ ایک چالاکی سے یہ معلوم کر سکتا ہے کہ مخدوم العالم جادوگر ہیں یا واقعی اللہ کے ولی۔

چنانچہ انہوں نے ایک مردہ بچے کو تابوت میں رکھ کر منصوبہ بنایا کہ اسے حضرت کے سامنے لے جا کر کہیں گے کہ "یہ جنازہ ہے، آپ اس کے لیے دعا کریں۔" اگر حضرت ولی اللہ ہیں تو حقیقت جان لیں گے، اور اگر جادوگر ہیں، تو ان کا جھوٹ کھل جائے گا۔

یہ منصوبہ تیار کر کے مخدوم العالم کے سامنے پیش کیا گیا، اور لوگوں نے بڑی تعداد میں اس واقعے کو دیکھنے کے لیے ہجوم کر لیا۔ جب حضرت کو بلایا گیا تو انہوں نے فرمایا:

"ہم مسافر ہیں، اور ہمارا یہاں ٹھہرنا مقصود نہیں۔"

:لیکن پھر ایک آدمی ان کے پاس آیا اور کہا

"بادشاہ نے آپ کو یاد فرمایا ہے، اور آپ کو دربار میں جانا ہوگا۔"

حضرت نے اس آدمی کی بات سن کر دربار کی طرف سفر کیا۔ جب وہ بادشاہ کے دربار میں پہنچے تو بادشاہ نے ان کا انتہائی ادب و احترام سے استقبال کیا اور اپنے ہاتھ کی شہادت کی انگلی سے ایک خاص اشارہ کر کے ان کے مقام کی تعظیم کی۔

درباریوں نے مخدومین کی طرف متوجہ ہو کر کہا: "اے حضرات! بادشاہ نے حکم دیا ہے
:کہ امامت کا منصب آپ کے نام کیا جائے۔" اس پر حضرت نے زبانِ گوہر سے فرمایا
"ہم مسافر ہیں اور بے علم ہیں، تمہارے امام ہی امامت کے لائق ہیں۔"
"مگر وہ پھر بھی بولے: "اب ہمارے امام آپ ہیں۔
:حضرت نے جواب دیا
"زندہ امام کے ہوتے ہوئے کسی اور کو امامت کرنا درست نہیں۔"

جب علما نے یہ سنا، تو وہ بولے: "ہمارے امام کے فرزند کا انتقال ہو گیا ہے، اور امام
"مذکورہ غم کے سبب جنازہ پڑھنے کی طاقت نہیں رکھتے۔
:اس پر حضرت نے فرمایا
اپنے شاگردوں میں سے کسی کو خلیفہ مقرر کرو، تاکہ وہ نماز جنازہ پڑھ سکے، "
"کیونکہ مسافروں پر امامت لازم نہیں۔
:بادشاہ نے کہا
"اب اگر میری اجازت ہو تو آپ ہمارے لیے امامت کر سکتے ہیں۔"
چنانچہ حضرت نے بادشاہ کے حکم پر احرام باندھا اور لوگوں کے لیے امام بن گئے۔

اسی دوران اللہ تعالیٰ نے اپنے علمِ معرفت سے حضرت کو معلوم کرا دیا کہ یہ بندہ ایک امتحان میں ہے اور ریاکاری کی راہ اختیار کر چکا ہے۔
:بعد ازاں حضرت نے ناظرین کو بلایا اور فرمایا
یہ نماز جنازہ میں نہیں پڑھ رہا، کیونکہ اللہ کے علم میں یہ بندہ ابھی زندہ ہے، اور زندہ "
"پر نماز جنازہ جائز نہیں۔

(لا یجوز الصلوات الجنازۃ علی الحی الا علی المیت)

(زندہ پر نماز جنازہ جائز نہیں، جنازہ صرف مردے پر پڑھا جا سکتا ہے)

یہ سن کر بے خبر لوگ حیران ہو گئے۔ بعض نے اس کرامت کو تسلیم کیا، اور بعض نے اپنی نفسانی خواہشات اور شیطانی چالوں کی وجہ سے انکار کیا۔ مگر آخرکار، سب نے حضرت کی امامت کو قبول کر لیا۔
حضرت نے بادلِ نخواستہ امامت قبول کی اور جب تکبیر کہی، تو فرمایا:
"یہ شخص قیامت تک کھڑا نہیں ہوگا۔"

جب نماز ختم ہوئی تو تابوت کو اس کی جگہ واپس لے گئے۔ پردے ہٹائے، اور اسے اٹھنے کا کہا، مگر کوئی جواب نہ ملا۔ تب انہیں یقین ہو گیا کہ وہ واقعی مر چکا ہے۔
پھر سب ایک دوسرے کو تسلی دینے لگے اور افسوس کرنے لگے:

"آمنا و صدقنا"
(ہم نے ایمان لایا اور تصدیق کی)

"ہر وہ بات جو عقلمندوں نے کہی، سچ ثابت ہوئی۔"
"کسی جنگل کو سنسان نہ سمجھو، شاید وہاں کوئی شیر سو رہا ہو۔"

یہ دیکھ کر سب حضرت کے مرید ہو گئے۔ جب بادشاہ کو اس کی خبر ملی، تو وہ سخت غضبناک ہو گیا اور ان سب کے قتل کا حکم دے دیا۔

جب حضرت کے مریدوں کو معلوم ہوا کہ بادشاہ ان کے خلاف ہو گیا ہے، تو وہ حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی پریشانی بیان کی۔
حضرت نے انہیں تسلی دی اور بادشاہ کو پیغام بھیجا کہ ان کی خطا معاف کر دے۔

جب بادشاہ نے یہ پیغام سنا، تو وہ خود حضرت کی خدمت میں آیا اور اپنی غلطی کی معافی مانگی۔
بعد ازاں، بادشاہ خود حضرت کا مرید ہو گیا اور عرض کی:
"اے حضرت! اس مسجد کی تکمیل کے لیے برکت عطا فرمائیں۔"

حضرت نے فرمایا:
"اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ مکمل ہو جائے گی۔"

چنانچہ، حضرت نے ایک طرف سے اور مخدوم العالم نے دوسری طرف سے مسجد کی تعمیر میں برکت دی۔

مسجد مکمل ہو گئی، مگر ایک دیوار کا ایک حصہ زائد وزن کی وجہ سے ٹیڑھا ہوگیا۔
چنانچہ، اسے ہٹا دیا گیا اور درست کر دیا گیا۔

پھر حضرت نے اللہ کے ذکر میں مشغول ہو کر دیوار کے اس حصے کو گھوڑے کی مانند
کی جانب روانہ ہو گئے۔ **"اوچ شریف"**بنا کر اس پر سوار ہوئے اور شہر

ایک اور کرامت:

کہا جاتا ہے کہ حضرت مداللہ ظلہ عرفہ کے دن ایک بلند ایوان میں بیٹھے تھے کہ اچانک
انہیں **بخارا** کی یاد آ گئی۔
اسی لمحے، ان کے سامنے دریچے اور طاقچے لرزنے لگے، اور آسمان سے ایک غیبی
صدا سنائی دی۔
حضرت نے اپنا سر باہر نکالا، آسمان کی طرف دیکھا اور اللہ کی حمد و ثنا بیان کرنے
لگے۔

اسی دوران، ایک آواز ابھری، جو ملک الموت کی آواز تھی:
**" اے مخدوم کونین، اے محبوب دو جہان! مبارک ہو، آج اللہ تعالیٰ نے تمہیں بے شمار
نعمتوں سے نوازا ہے۔ فرشتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ تمہاری زیارت کے لیے آئیں۔"**

چنانچہ، فرشتے پروں کو پھڑپھڑانے لگے، جس سے آسمان میں نوری ہالہ پیدا ہو گیا۔
حضرت نے نظرِ کرم ڈالی اور اجازت دی، اس کے بعد وہ دارِ بقا کی طرف منتقل ہو گئے۔

(سنِ وفات)

جب حضرت پردہ فرما گئے، تو وہ سال 780 ہجری تھا،
اور 16 ذوالحجہ کا دن تھا۔
ان کی روح جنت کے شاخِ طوبیٰ پر جا بسی۔

(حضرت کے فرزندان)

حضرت کے چار فرزند بہت مشہور تھے:

1. شہ جلال

2. اسحاق

3. ابو الخیر

4. مست

یہ سب جود و سخا کے پیکر اور متقی و پرہیزگار تھے۔
شیخ روح اللہ نے دنیا کو خیرباد کہہ دیا اور راہِ حقیقت میں مست ہو گئے۔

اختتام

یہ **"مناقب الولایت"** کا مکمل اختتام ہوا،
جسے ایک فقیر غلام، **محمد بن میاں صاحب** نے 3 شوال 1263 ہجری کو مکمل کیا۔

اے اللہ! ہمیں خیر و برکت عطا فرما، بحق خاندانِ شاہِ مردان!"